ہفت روزہ

ذوالفقار

دنیا کے سربراہان مملکت نے یقین دلایا ہے

کھر کا لندن سے خصوصی انٹرویو۔ صفحہ ۱۶

زیراہتمام

مطبوعات۔ کراچی

قیمت ۵ روپے

قارئین کہتے ہیں

نظریۂ ضرورت کا صحیح استعمال کیجئے

ہمارے ملک میں موجودہ نظام کو برقرار رکھنے کے لیے "نظریۂ ضرورت" کی اصطلاح ایجاد کی گئی. اصطلاح جناب جسٹس محمد منیر صاحب نے ایجاد فرمائی تھی اور اس وقت سے اب تک یہ اصطلاح عوام دشمن اقدامات کے لیے استعمال کی جاتی رہی ہے۔

پچھلے سال ڈیڑھ سال سے ہر شخص (میری مراد ارباب حل وعقد سے ہے) اس بات پر متفق ہے کہ ملک کی پیداوار بڑھانا ملک قوم اور وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے ہمارے اخبارات کے کالم کے کالم اسی ضرورت کے اظہار کے لیے وقف رہتے ہیں. پچھلے تیس سال کا یہ آزمودہ نسخہ ہے اور تجربہ ہے کہ ایشیا اور افریقہ کے ملکوں کی پیداوار میں اسوقت تک اضافہ نہیں ہوا جب تک کہ ان کا معاشی اور اقتصادی ڈھانچہ بنیادی طور پر تبدیل نہیں کیا گیا اور یہ ڈھانچہ ہمارا نہیں ہے بلکہ فرنگی نے مسلط کر دیا ہے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ موجودہ حکومت بڑے خداترس نیک اور صالح افراد پر مشتمل ہے اور ان کو عوام کا مفاد دل وجان سے عزیز ہے اگر یہ سب دعوے درست ہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ نظریۂ ضرورت کے تحت ملک کے موجودہ اقتصادی اور معاشی ڈھانچے کو تبدیل کر کے ایسا نظام پیداوار قائم کیا جائے جس سے پیداوار میں اضافہ ہو سکے. یعنی یہ کہ زمینداری ختم کی جائے سرمایہ داری ختم کی جائے اور زرعی اور صنعتی پیداوار کو محنت کش عوام کے کنٹرول میں دیدیا جائے۔

اب تک جو تجاویز منظر عام پر آئی ہیں وہ تو حکومت کی آمدنی بڑھانے کے لیے مزید ٹیکس عائد کرنے کی تجاویز ہیں کیا ٹیکسوں کا بار بڑھنے سے پیداوار بڑھے گی ہماری ناچیز رائے میں تو ایسا نہیں ہوگا پچھلے ۳۱ سال کا ہمارا ملکی تجربہ بھی یہی ہے کہ موجودہ نظام پیداوار برقرار رکھنے سے پیداوار بڑھی ہے اور نہ بڑھ سکتی ہے اس لیے ہماری درخواست ہے کہ نظریۂ ضرورت کے تحت بلا تاخیر موجودہ زمینداری اور سرمایہ داری نظام کو ختم کر کے ملک کا پیداواری ڈھانچہ محنت کش عوام کے سپرد کر دیا جائے۔

نیاز مند: رانیس ہاشمی

پاکستان میں یہودی لابی

بنجیمن فرینکلن نے اپنی قوم سے اپیل کی تھی کہ یہودیوں کو امریکہ سے نکالدیں یہ آدم خور ہیں اور اگر ان کو ملک میں رہنے دیا گیا تو ملک اور قوم کا خون چوس کر ہماری تباہی اور بربادی کا باعث بنیں گے اس عظیم مدبر کی بات سنی ان سنی کر دی گئی آج امریکہ سیاسی معاشی اور معاشرتی طور پر اس طرح یہودی چنگل میں گرفتار ہے کہ اصل طاقت انہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہیں صدر بنائیں اور جس کو چاہیں قتل کرادیں یا ذلیل وخوار کر کے صدارت سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیں۔ انہوں نے تیسری دنیا کے ممالک پر بھی امداد اور ماہرین کے توسط سے پھندا ڈال رکھا ہے مشرق وسطی میں ماہرین کے روپ میں پہنچ جاتے ہیں ہم نام، ہم شکل، ہم لباس ہونے کی وجہ سے ان کے اصل روپ اور ناپاک عزائم پر پردہ پڑا رہتا ہے. ادھر مسلم ممالک میں مختلف ایجنسیوں اور ایجنٹوں کی توسط سے ان کے ناپاک منصوبوں پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے قوم یہود ایک اور صرف ایک طاقت سے خائف ہے اور وہ ہے اسلامی ممالک کا اتحاد ۱۹۷۱ء کے بعد زخمی ٹوٹے پھوٹے پاکستان کے سربراہ نے اس وقت مسلم برادری کی حمایت حاصل کی جب ہمارے نوے ہزار فرزندان وطن بھارتی قید میں دیدیئے گئے تھے ارض پاک کا وسیع علاقہ بھارتی قبضے میں جا چکا ہے مسلم ممالک نے خون سے لت پت پاکستان کی پکار پر لبیک کہکر بڑی طاقتوں کے دباؤ اور دھمکیوں کا دندان شکن جواب دیا بعد ازاں ۷۳ء کی جنگ رمضان اور پھر لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس سے عالمی طاقتوں بالفاظ دیگر صیہونی تخریب کاروں پر کپکپی طاری ہو گئی۔ ہیلنکس میں خفیہ اجلاس ہوئے اور مسلم ممالک میں انتشار وافتراق کے منصوبے بنائے گئے۔ سب سے پہلے لبنان کو آگ میں جھونکا گیا. شاہ فیصل کو شہید کیا گیا جناب بھٹو کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا گیا۔ سادات کو دوسرے انداز میں قابو میں لایا گیا. افغانستان، پاکستان ایران ہر طرف شعلے بھڑک رہے ہیں آج کل یہی لابی جناب بھٹو اور ان کی پارٹی پر ناپاک قسم کے الزامات لگانے میں مصروف ہے اس کا جواب تو عرب ممالک ہی دے سکتے ہیں. شام سے پوچھیے جب ۱۹۷۳ء میں یہودی دمشق کی جانب بڑھ رہے تھے اور اردن میں مقیم پاک فضائیہ کو حکم دیا گیا کہ فوری طور پر دمشق کو بچاؤ تو شاہ حسین ایسے ناراض ہوئے کہ اسلامی کانفرنس میں بھی شرکت نہ فرمائی باقی جو کچھ یہودی ایجنٹ فلسطینوں کے ساتھ اور پاکستان کے اندر کر رہے ہیں۔ وہ کسی ثبوت کا محتاج نہیں ہے

حلیمہ عصمت سید
محلہ راجہ سلطان۔ راولپنڈی

یہ روشنی، یہ تاریکی

آپ کے رسالے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے کیونکہ موجودہ وقت میں سچ بات کہنا اور اس کو شائع کرنا اپنے آپ کو تباہی میں دھکیلنے کے مترادف ہے الفتح مطبوعات کے زیر اہتمام شائع ہونے والے جرائد نے ہمیشہ عوام کی رہنمائی کی ہے گذشتہ ۱۶ ماہ میں جو کردار آپ نے ادا کیا ہے. اور عوام کو صحیح صورتحال سے روشناس کرایا ہے اور اب بھی ایسا کر رہے ہیں اس پر آپ کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے اب آپ الفتح مطبوعات کے زیر اہتمام لاہور سے ہفت روزہ مستقبل شائع کر رہے ہیں امید ہے کہ آپ کا یہ رسالہ بھی عوام کی امنگوں کا ترجمان ہوگا۔

آپ کے ہر شمارے میں حقائق کی سچی تصویر جس طرح پیش کی جاتی ہے ایسا صرف آپ اور آپ ہی کر سکتے ہیں خاص طور پر حسین نقی کا کالم تو رسالے کی جان ہے آپ کے رسالے میں شائع ہونے والا مواد اتنا اچھا اور حقائق سے قریب ہوتا ہے جس سے عوام کو صحیح راہ کا پتہ چلتا ہے۔

میاں عبدالخالق، ذوالفقار حیدری

شبیہہ الحسن، حاجی عدیل کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں، غنیموں کی ڈائری کا جواب ہی نہیں"۔ قارئین کہتے ہیں میں عوام کے ہر قسم کے خطوط شائع ہوتے ہیں سرورق پر قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تصویر رسالے کو چار چاند لگا دیتی ہے اس وقت جس طرح قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کی ذات اور بائیں بازو کی دیگر جماعتوں کے پروگرام اور مقاصد کے بارے میں آپ مواد شائع کرتے ہیں یہ آپ جیسے ذہین اور قوم پرست صحافی ہی کر سکتے ہیں

آزادی صحافت کے پاسبانو میں تمہیں تمہاری بہادری اور جرأت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمہیں سلام کرتا ہوں کہ آپ نے اتنی سختیاں اور مصیبتیں جھیلنے کے باوجود حق بات کہنے سے منہ نہ موڑا۔ پاکستان کے باشعور عوام آپکی ان قربانیوں کو نہیں بھلا سکتے ایک جمہوری حکومت کو رات کی تاریکی میں مارشل لاء کے نگلنے کے بعد آج جب کہ ملک میں ہر طرف ابتری ہے آئین کا کوئی پاس نہیں ہے عوام کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا ہے آج ہمارے سروں پر ایک نام نہاد سول حکومت قائم کر دی گئی ہے جس میں شامل تمام وزیر عوام کے ٹھکرائے ہوئے ہیں ان بچاروں کو تو ۳۰ سال کی محنت کے بعد (پاکستان بننے کے بعد) انتخابات میں ۳ نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی تھی. ان کے آج پانچ وزیر ہیں یہ لوگ انتخابات کب چاہتے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ جب بھی انتخابات ہوئے قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کے جانثاروں نے ان کو شکست فاش دینی ہے ان نام نہاد لیڈروں نے پاکستان بننے سے پہلے اس ملک کے وجود کی مخالفت کی، قائداعظم کی مخالفت کی، آج یہ اسی ملک کے مالک بن بیٹھے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ عوام ان کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

شاہ احمد نورانی نے ان رہنماؤں کی صحیح درگت بنائی۔ انہوں نے ہر کسی کو اپنا نشانہ بنایا. شاہ صاحب نے کہا کہ الیکشن جو کہ اکتوبر میں ہونے تھے ان کو ملتوی کرنے کے لیئے پی این اے کے بڑے بڑے سورما ضیاء کے پاس گئے

نقطہ والسلام، عنایت اللہ ٹیپو

۵۶۹ - ڈی زسری کمرشیل ایریا - بی - ای - سی - ایچ - ایس کراچی ۲۹ - ٹیلیفون نمبر ۴۳۲۲۷۴

مدیر اعلیٰ (اعزازی)
ارشاد راؤ

مدیر
واحد بشیر

کالم نگار
حسین نقی

وقائع نویس
منہاج برنا شبیہ الحسن

انتظامی امور
حاجی عدیل

سرورق
سعید الدین حسین

۲۲ دسمبر ۱۹۷۸ء

شمارہ :
۶۷۸-۶۷۹

قیمت
-/۵ روپے

نمائندے
اسلام آباد - ذوالفقار حیدری
آزاد کشمیر سید نذیر گیلانی

صوبائی نمائندے
سندھ - مقیم، نوابشاہ نواز خلجی
پنجاب مقیم، لاہور = کاشف
سرحد مقیم، پشاور = خلیل خاں خٹک
بلوچستان مقیم کوئٹہ = ناصر عرفات

ضلعی نمائندے
حیدر آباد - مدد علی بلوچ
تھرپارکر - محبوب احمد
سانگھڑ - ایاز سندھی
سکھر - ارشد حسین
ٹنڈو الہ یار - کامل سمتوں
ملتان - ناصر زیدی
گوجرانوالہ - محمد افضل جنجوعہ
ٹوبہ ٹیک سنگھ - غیاث الدین جانباز
فیصل آباد - طارق سعید
گجرات - میاں محمد شریف زاہد
میانوالی - روشن ملک
سرگودھا - الطاف چغتائی
دہاڑی - احسان ملک
گوادر - سلیمان تیر دف

بیرون ملک
پیکنگ - رشید بٹ
ماسکو - محمد زاہد
کینیڈا - سعید بن سعود
لندن - عبدالحفیظ قریشی
یورپ - فاروق طارق
دوبئی - غلام جیلانی
کویت - ملک نذیر

پبلشر، پرنٹر اے اے گیلانی نے سید پریس گھوٹکی دفتر ہفت روزہ ذوالفقار گھوٹکی سے شائع کیا

کن حالات میں!

حالات کی رفتار، وقت کی گردش اور سیاست کی بو قلمونیاں بھی کتنی عجیب اور کیسی ستم ظریف ہوتی ہیں۔ اب یہی دیکھیئے کہ ان دنوں پاکستان میں بطلِ حریت، مجاہد صحافت مولانا محمد علی جوہر کی صد سالہ سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ کن حالات میں؟ جب کہ اس ملک کی تخلیق کرنے والے عوام بنیادی انسانی حقوق اور ان شہری آزادیوں تک سے محروم ہیں جو برطانوی استبداد کے دور میں بھی انہیں حاصل تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر نے اپنے ضمیر کی آواز کو دوسروں تک پہنچاتے اور قلم کی حرمت قائم رکھنے کے لئے بے شمار صعوبتیں برداشت کیں لیکن یہ بات ان کے تصوّر میں بھی نہ ہو گی کہ برطانوی سامراج سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی اس ملک کے صحافیوں کو آزادیٔ اظہار کے لئے آواز اٹھانے کے "جرم" پر کوڑے کھانے پڑیں گے اور عقوبت خانوں کے عذاب سے گذرنا ہو گا اور مملکتِ خداداد کے اخبارات پر ۱۹۱۱ء کے اُس پریس ایکٹ سے زیادہ ایک ظالمانہ قانون (پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس) مسلط کر دیا جائے گا جس کے خلاف رئیس الاحرار نے جہاد کیا تھا۔

ستم ظریفی کی انتہا تو یہ ہے کہ جبر و استبداد کے خلاف جدوجہد کے ایسے بے مثال قائد جس نے غلام سرزمین پر موت بھی گوارا نہ کی اور آزادیٔ فکر و اظہار کے اس جوانمرد علمبردار کی صد سالہ سالگرہ کے جلسوں سے مارشل لائی وزیر قانون اے۔ کے۔ بروہی اور مارشل لار حکومت کے اٹارنی جنرل شریف الدین پیرزادہ جیسے لوگ خطاب کریں جن کی زندگی بھر کی کمائی! اگر کچھ ہے تو وہ غیر جمہوری طریقوں سے برسرِاقتدار آنے والی حکومتوں کی خدمت ہے۔

ہم یہ کہنا نہیں چاہتے کہ اس موقع پر صاحبانِ مذکور نے ضمیر کی کوئی چبھن محسوس نہ کی ہو گی۔ کیونکہ ان کی عام روش اور ملکی سیاست میں ان کا کردار ایسے کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ لیکن ہم اس بات پر مولانا محمد علی جوہر اور ان کے جذبۂ حریّت میں شریک لوگوں کے سامنے اعترافِ ندامت کرتے ہیں کہ ہم اور ہم جیسی سوچ رکھنے والے تمام تر جدوجہد اور قربانیوں کے باوجود ملک میں ایسے حالات پیدا نہیں کر سکے ہیں جو سیاسی آزادی، بنیادی انسانی حقوق اور احترامِ آدمیت کے ان متوالوں کے ان خوابوں کی تعبیر کہلا سکیں لیکن یہ اعترافِ ندامت اعترافِ شکست نہیں ہے ہم اور اس ملک کے عوام کی اکثریت ان حالات کو تبدیل کرنے اور اس راہ میں ہر قربانی دینے کا تہیّہ کئے ہوئے ہیں۔ ہم اپنے اس عزم پر استحکام اور استقلال کے ساتھ قائم ہیں کہ تمام عدم مساوات، استحصال کی ہر صورت، جبر و استبداد کی ہر علامت کو ختم کر کے ایک صحیح معنی میں آزاد جمہوری معاشرہ قائم کریں گے اور ہماری یہی جدوجہد مولانا محمد علی جوہر جیسے عظیم مجاہدِ آزادی کے حضور خراجِ تحسین ہے اور صحیح خراجِ تحسین یہی ہے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کا ابتدائی بیان

مجھے اس ملک سے پیار ہے
میں یہ ملک
نہیں چھوڑ سکتا

۱۸ دسمبر ۱۹۷۸ء وہ مقررہ دن تھا جس دن مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کو ان کی اپیل کی سماعت بذاتِ خود سپریم کورٹ کے روبرو پیش ہوکر اپنی معروضات پیش کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس خصوصی موقع کے لئے کمرۂ عدالت میں داخل ہونے کے ۳۰۰ اجازت نامے جاری کئے گئے تھے جبکہ وہاں ۱۲۰ نشتیں ہیں۔ سردی کے باوجود لوگ صبح ساڑھے ۶ بجے سے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ۷ بجے تک قطار کافی لمبی ہو گئی تھی۔ اسی قطار میں اور لوگوں کے ساتھ سابق وزیر خارجہ عزیز احمد اور پاکستان پیپلز پارٹی کے موجودہ سیکرٹری جنرل ملک سعید حسن بھی موجود تھے۔ کمرۂ عدالت سے باہر پہرے کا انتظام بہت سخت تھا اور کمرۂ عدالت کے اندر بھی ہر بنچ پر سکیورٹی سے تعلق رکھنے والے ایک دو افراد موجود تھے ساڑھے ۸ بجے کمرہ عدالت کے کھلنے پر نیلے سوٹ میں ملبوس مسٹر ذوالفقار علی بھٹو بیگم نصرت بھٹو کے ہمراہ داخل ہوئے اور اس نشست پر بیٹھے جس پر کارروائی کے دوران مسٹر یحیٰی بختیار بیٹھتے تھے۔ مسٹر بھٹو نے اسی جگہ کھڑے ہو کر عدالت سے خطاب بھی کیا۔ دوسرے اپیل کنندگان کو پچھلی نشستوں پر بٹھایا گیا تھا۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے آج عدالت میں ان نکات کا خاکہ پیش کیا جن کا وہ جواب دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں عدالت پر پھر پورا اعتماد ہے اور وہ انصاف کے حصول کے لئے یہاں آئے ہیں لیکن وہ رحم کی بھیک نہیں چاہتے۔ ایک موقع پر وہ جذبات سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ کئی منٹ تک بات نہ کر سکے۔ انہوں نے دانتوں سے اپنے ہونٹوں کو بہت زور سے دبا کر اپنے جذبات پر قابو پایا اور پھر روسٹرم کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ کر سر جھکایا اور جذبات سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "قلندر پت رکھ جاں" اور پھر سر اٹھا کر کہا "لال شہباز قلندر۔ سندھڑی دا سائیں"۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے انتہائی اعتماد سے بات کی اور اپنے دلائل کے آخر میں کہا کہ "اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ کب کا ٹوٹ پھوٹ گیا ہوتا۔ میں اپنے جذبے اور قوتِ ارادی کی بنیاد پر آپ کے سامنے ہوں۔ میں نے ساری صورتحال اس لئے برداشت کی کہ میں ایک لیڈر ہوں۔ مجھے راتوں کو سونے نہیں دیا جاتا۔ کوٹھری کی چھت پر دھما چوکڑی مچائی جاتی ہے اور ہر پندرہ منٹ بعد پچھلی رات اس لئے سونے دیا کہ آج میں معقول حالت میں نظر آؤں۔ میری کوٹھری کا پانی کئی دن کٹا رہا۔ میں پوری طرح تیاری نہیں کر سکا ہوں۔ ایک

باقی صہ۴۸ پر

مجھے رات کو سونے نہیں دیا جاتا، کوٹھڑی کی چھت پر دھما چوکڑی مچائی جاتی ہے

کیا نورانی میاں

اپنی سیاسی طلاق واپس لے لیں گے؟

کیا امورِ خارجہ کیا امورِ داخلہ - فاروقی صاحب یک فریقی اجرت بورڈ قائم کریں گے

باخبر مبصرین کا خیال ہے کہ امورِ داخلہ کی طرح ہمارے ملک کے امورِ خارجہ بھی ایک نازک موڑ پر پہونچ گئے ہیں، اگرچہ عام لوگ کو اس کی نزاکت کا پوری طرح احساس نہیں ہے، اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ امورِ خارجہ بہت زیادہ زیرِ بحث نہیں آتے، لوگ عموماً ملک کی اندرونی سیاست کی نیرنگیوں اور بوالعجبیوں کے بارے میں تبادلۂ خیال کرتے رہتے ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ امورِ خارجہ کا قلمدان وزارت براہ راست چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور ملک کے صدر جنرل ضیاءُ الحق صاحب کی تحویل میں ہے، جو بعض مصلحتوں کے سبب خارجہ امور کو اپنی تقاریر اور پیغامات کا موضوع ذرا کم ہی بناتے ہیں، رہ گئے اس میدان کے استادِ بزرگ جناب آغا شاہی صاحب تو وہ صرف وزیرِ مملکت ہیں، دوسرے ان کی ایک حیثیت سول سرونٹ کی بھی ہے اس لئے وہ سیاست دان وزیروں کی طرح خارجہ پالیسی کے موضوعات پر بیانات دینے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ گاہے ماہے ایڈیٹروں اور حکومت کے بعض منتخب صحافیوں کی بریفنگ ضرور کرتے ہیں اور ان بریفنگوں میں اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے ضیاء الحق صاحب کا مارشل لاء لگا ہے وہ خود کو موجودہ سرکاری ماحول میں اجنبی محسوس کرتے ہیں اور بہت بد دل ہیں۔ کیوں کہ آئے دن نوشق سیاسی وزراء خارجہ امور پہ غیر ذمہ دارانہ بیانات داغتے رہتے ہیں مثلاً لندن میں جا کر اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان کی جانب سے برطانوی دولت مشترکہ سے نکلنے کا فیصلہ ایک حماقت تھی۔ چلئے اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ فیصلہ احمقانہ تھا تو کیا آپ کی حکومت نے دولت مشترکہ میں دوبارہ شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر کر لیا ہو تو پھر یہ بیان منطقی معلوم ہوتا ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو محض رسمی مقاصد کے لئے اتنے اہم موضوع پر ذاتی خیالات کے اظہار سے ملک کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ سوائے اس کے جگ ہنسائی ہو۔ اسی طرح کچھ اور وزیر حضرات اور حکومتی پارٹی یعنی قومی اتحاد کے بعض سرکردہ رہنما افغانستان کے انقلاب پر مخالفانہ تبصرے فرما چکے ہیں اور ان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ایک اور وزیر صاحب یعنی کہ

باقی صفحہ ۴۹

نورانی کو پی این اے کا صدر بنانے کی پیشکش

ہمارے اسلام آباد کے نمائندے کی اطلاع کے مطابق جمعیت العلمائے پاکستان کے سربراہ جناب شاہ احمد نورانی کو ایک بڑی شخصیت کی طرف سے یہ پیشکش وصول ہوئی ہے کہ اگر وہ پی این اے میں مراجعت کرنے پر آمادہ ہوں تو انہیں اتحاد کا صدر بھی بنایا جا سکتا ہے اور مفتی محمود خود مستعفی ہو سکتے ہیں۔ پیشکش بڑی دلکش ہے۔ پی این اے کی صدارت بھی اور مرکز اور صوبوں میں دو تین وزارتیں بھی۔ دیکھیں آستانہ نورانی سے کیا جواب ملتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے مسلم لیگ کا قضیہ طے نہ پا سکا لیکن پیر صاحب پگارا سے دستبردار ہونا بھی ممکن نہیں۔ آخر پی این اے میں سندھ کی نمائندگی کون کرے گا۔

پاکستان بھارتی دھمکیوں کے سلسلے میں ایڈوائس جاری کر رہا ہے

اسلام آباد

ذوالفقار حیدری

شہنشاہ ایران آج کل اپنی بقا کی آخری جنگ لڑ رہے ہیں۔ ایران میں ان کے خلاف ہنگامے اپنے عروج پر ہیں اور ان ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے شہنشاہ ایران کی کوششیں بھی عروج پر ہیں۔ شہنشاہ نے اپنے دوستوں سے مدد طلب کی ہے۔ ان کے سب سے بڑے دوست امریکہ نے ان کی بھرپور اخلاقی مدد کی ہے۔ انہیں اسلحہ وغیرہ بھی مہیا کیا ہے اور ہنگاموں پر قابو پانے کے لئے جدید ساز و سامان بھی مہیا کیا ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ نے اس ریجن میں اپنے حامی ممالک سے بھی کہا ہے کہ وہ ایران کی ہر ممکن امداد کریں۔ پاکستان امریکہ کا ہمیشہ سے اتحادی رہا ہے۔ اس ملک کے حالات سے یوں بھی امریکہ کو بڑی دلچسپی رہی ہے جب ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے بعد پاکستان قومی اتحاد نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے جیتے ہوئے انتخابات کے خلاف مہم شروع کی تو اس مہم کے پیچھے بہت جلدی معلوم ہو گیا کہ کس کا ہاتھ ہے۔ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے تیسری دنیا کے مسلمہ لیڈر کی حیثیت سے ابھرنا شروع کیا تھا۔ وہ پاکستان کے لئے ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کا بھی سودا طے کر چکے تھے۔ اور مسٹر بھٹو کے یہ دونوں جرم امریکہ کی نظر میں ناقابل معافی تھے چنانچہ انتخابات جیتے ہوئے ہونے کے باوجود مسٹر بھٹو کو اقتدار سے ہٹا دیا گیا۔ اب اپنی مرضی کے حکمران تھے۔ ایسے لوگ جو تیسری دنیا کا نام بھی نہیں جانتے اور جو ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کے سلسلے میں بھی کوئی آواز تک نہیں نکالتے۔ ایران نے ایک بار پاکستان کے حالات میں پاکستان کی بھرپور مدد کی تھی اس مدد کا جواب باقی تھا اسی لئے پاکستان نے ایران کے شہنشاہ کی بھرپور مدد کی ہے اخلاقی بھی اور مادی بھی۔ ایران کی اس قسم کی مدد کرنے والا دوسرا ملک اسرائیل ہے۔ اسرائیل کی فوجیں بھی معتبر اطلاعات کے مطابق اس وقت ایران میں شہنشاہ کے مخالفین پر قابو پانے کے لئے شاہی فوجوں کی بھرپور مدد کر رہی ہیں بھارت کے معروف شیعہ رہنما علامہ الناصر سید اباقاتی نے پاکستان کے شیعہ علماء سے عموماً پاکستان کے عوام اور علامہ عقیل ترابی سے اپیل کی ہے کہ وہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ایران سے پاکستان کی ان افواج کو واپس بلائیں جو علامہ الناصر کی اطلاع کے مطابق شاہ ایران کی مدد کر رہی ہیں۔ علامہ الناصر نے اپنے بیان میں ایران میں جمہوریت اور انفرادی حقوق کی بحالی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایران سے اسرائیل کی افواج کو بھی بلایا جائے اور باقی فرقے کے خلاف سخت کارروائی کی جائے جو ملک میں سماجی ناانصافیوں کا سبب بنا ہوا ہے۔ انہوں نے بھارتی وزیر اعظم مسٹر مرارجی ڈیسائی سے بھی مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایران کے رہنما علامہ آیت اللہ خمینی کو بھارت میں سیاسی پناہ دیں علامہ الناصر کا یہ بیان بھارت کے کلکتہ سے شائع ہونے والے مقتدر روزنامہ اسٹیٹسمین میں چار دسمبر کو شائع ہوا ہے علامہ الناصر کا یہ بیان چونکا دینے والا ہے علامہ الناصر کا یہ بیان پاکستانی حکام اور حکومت کے علم میں ہے مگر انہوں نے ابھی تک اس بیان کے ایک حصہ کی بھی تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔

اسلام آباد کے سفارتی حلقے برملا کہتے کہ پاکستان کے حکمرانوں کے دماغوں کو کیا ہو گیا ہے غیر جمہوری طریقوں سے اقتدار میں آنے والے یہ حضرات اگر جمہوری طریقوں سے اقتدار سنبھالتے تو نہ جانے کیا حشر کرتے سفارتی حلقے اس امر پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان اس وقت افغانستان سے سرد جنگ کی حالت میں ہے افغانستان میں انقلاب آیا تو پاکستان نے کافی انتظار کے بعد انقلابی حکومت کو تسلیم کیا اس سے بہت پہلے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ اور اب مارشل لاء حکومت میں شامل اتحاد کے وزیروں کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے انقلاب افغانستان پر اپنے شدید ردعمل کا اظہار کیا اب ان کی صورتحال پر بھی قومی اتحاد کو سخت تکلیف لاحق ہے بھارت سے بھی پنجہ آزمائی شروع کر رکھی ہے بھارتی وزیر خارجہ مسٹر اٹل بہاری نے پاکستان کے خلاف ساری تاریخ میں سب سے زیادہ سخت اور دھمکی آمیز بیان دیا۔ اس بیان پر ایک بیوروکریٹ مشیر خارجہ کا

ابھی کسی جنرل کو مسلم لیگ کا صدر نہیں بننے دیا جائے گا

اسے پنڈی میں ناکامی کے بعد بنکاک یاترا کا پرمٹ مل گیا

ردعمل تو ضرور آیا مگر عوام کے جذبات کی ترجمانی نہیں ہونے دی گئی۔ اس بیان پر جو شدید ردعمل ہوا وہ اخبارات میں ترار واقعی جگہ نہیں پاسکا۔ اخبارات کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہ لکھیں۔ بھارت میں ہندو مسلم فسادات میں مسلمان شہید ہوئے ہیں مگر پاکستان نے ان پر اپنے ردعمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے بھارت میں قتل عام کو رکوانے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی۔ بھارت کے ساتھ پاکستان کے موجودہ حکمرانوں کے دوستانہ تعلقات کا کیا کہنا ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار بھارت سے گندم کا بیج درآمد کیا گیا یہ ہزاروں من بیج خراب نکلا جسے واپس کیا گیا، بیشتر بیج استعمال کر لیا گیا کہ اس کا عام کسان کو علم ہی نہیں ہو سکا کہ خراب ہے۔ پاکستان نے بھارت کے خلاف کرکٹ سیریز جیت لی مگر سیاسی میدان میں جو مار کھائی ہے اور اب تک پاکستان سیاسی مار کھا رہا ہے اس کا ذکر تک نہیں ہونے دیا جاتا۔ سیاسی میدان میں بونے سیاستدان اپنے قد کو بڑھانے کے لئے اچک رہے ہیں مگر وہ قد بت کہاں سے لائیں جو واقعی ایک سیاستدان کا ہونا چاہیئے اور جس کی برابری کے لئے ایڑی چوٹی کا زور مسلسل لگایا جا رہا ہے۔

راولپنڈی یونین آف جرنلسٹ کے عام انتخابات ۲۵ دسمبر کو منعقد ہونے والے ہیں۔ انتخابات کے لئے گہما گہمی شروع ہو گئی ہے۔ رشید صدیقی جنہوں نے حکومت وقت کے تعاون سے صحافیوں کے اتحاد میں رخنہ ڈالا ہے۔ یہ اطلاع ملتے ہی پنڈی پہنچے انہوں نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا اور طے پایا کہ آر یو جے کی الیکشن کمیٹی کے مقابلے میں وہ اپنی الیکشن کمیٹی مقرر کر دیں مگر راولپنڈی کا کوئی بھی اخبار نویس اس قدر بے غیرت نہیں نکلا کہ رشید صدیقی کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتا چنانچہ انہیں بے نیل و مرام یہاں سے واپس جانا پڑا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ لاہور کے بعد سیدھے بنکاک چلے گئے تاکہ آٹھویں ایشیائی کھیلوں میں شرکت کر سکیں اور سیر بھی کر لیں۔ آخر حکومت سے انہوں نے جو تعاون کیا ہے اس کا اب انہیں حصہ مل رہا ہے نقد صلہ وہ اس صورت میں پا چکے ہیں کہ ــــ ان کے اخبار کی انتظامیہ نے انہیں خاص طور پر گریڈ عطا کیا ڈیوٹی ان کے ذمہ کوئی ایسی نہیں ہے رشید صدیقی کے ناکام واپس جانے کے بعد پریس ٹرسٹ کے چیئرمین پر بڑی جھاڑ پڑی انہوں نے اپنے ماتحت اخبارات کے مدیروں کو فوراً راولپنڈی طلب کر لیا۔ رشید صدیقی یونین کے بانی حاجی چابی (مطلب کے لئے ایک حکایت ایک کہانی کیلئے ریاض بٹالوی سے رجوع کیا جائے) فوراً اپنے حواریوں کو لے کر پنڈی پہنچے سارا دن سب بقراط سر جوڑ کر بیٹھے رہے کہ راولپنڈی میں یونین پر کس طرح قبضہ کیا جائے۔ حاجی چابی نے کچھ دوغلے شدہ صحافیوں سے رابطہ قائم کیا اور اپنے ادارے کے کارکنوں سے بھی ملے انہوں نے صحافیوں کے انتخابات میں رخنہ ڈالنے کا کام ان لوگوں لوگوں کے سپرد کیا ہے اس معاملہ میں ان لوگوں کو مال دینے کا بھی وعدہ کیا گیا ہے اور سیر و سیاحت میں شریک کرنے کا بھی۔ جو بھی جس قدر بڑا بھنڈا کر سکا اسے اتنا ہی بڑا انعام ملے گا۔ آر یو جے کے انتخابات میں حاجی چابی کے ادارے کے ایک اخبار نویس نے جنرل سکریٹری کے عہدے کے لئے ایک خاتون نے نائب صدر کے عہدہ کے لئے اور ایک صاحب نے خزانچی کے عہدے کے لئے نامزدگی کے کاغذات داخل کئے ہیں نامزد ہونے والوا پنے ادارے کا نام ڈبومت دینا

اگر تم پر اعتماد کر ہی لیا گیا ہے تو اسے ڈانوا ڈول مت ہونے دینا ورنہ پھر لوگ دوستوں پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں گے۔

پاکستان مسلم لیگ کا ڈرامہ اب آخری سٹیج میں ہے صدر پاکستان چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور چیف آف آرمی اسٹاف اور مسلم لیگ کے مستقبل کے صدر جنرل ضیاء الحق نے لفٹیننٹ جنرل فیض احمد چشتی کو دونوں گروپوں میں اتحاد کرانے کے لئے ثالث مقرر کیا ہے۔ پیر صاحب پگارا شریف کے لوگ جب ثالث سے ملے تو انہوں نے کہا ہمیں بلاشرط مسلم لیگ کا اتحاد صرف اسی صورت میں قبول ہے اگر آپ (جنرل چشتی) یا جنرل ضیاء الحق صاحب مسلم لیگ کی صدارت سنبھالیں دوسری صورت میں ٹھگوں سے ہمارا کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک ملک قاسم اور وزیر اپنے عہدوں سے نہیں ہٹائے جائیں گے بات چیت نہیں ہو سکتی۔ دوسرے گروپ کو جب ان شرائط کا علم ہوا انہوں نے کہا ہم اس مرحلے پر کسی بھی جرنیل کو خواہ وہ جنرل ضیاء الحق ہوں یا جنرل چشتی مسلم لیگ کا سربراہ نہیں بننے دیں گے البتہ بعد میں کسی مرحلے پر ایسا ہو تو ہمیں اعتراض نہیں ہوگا۔ اپنے اس دعویٰ کے ضمن میں دلیل یہ دی کہ ملک قاسم جو پہلے مسلم لیگ کے اقتدار میں شریک ہونے پر سخت گرم تھے اب صاحب اقتدار وزراء کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کا تیا پانچہ کر رہے ہیں یا نہیں اگر ملک قاسم صاحب اقتدار وزراء سے مل سکتے ہیں تو پھر مسلم لیگ کی صدارت کے لئے جنرل ضیاء الحق صاحب کے نام کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ ملک قاسم اور پیر صاحب پگارا شریف کے درمیان جو سارا اختلاف پیدا ہوا ہے اس پر ایک لیگی لیڈر نے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اگر پیر صاحب پگارا شریف صاحبزادی محمودہ بیگم کو ان کے خود ساختہ عہدے سے نہ ہٹاتے تو یہ سارا فساد برپا ہی نہ ہوتا۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے نہ صرف انہیں ہٹا دیا ہے بلکہ ان کے سرپرست کو بھی ایک طرف کر دیا ہے اور اب وہ کبھی بھی ہمارے ساتھ کسی عہدے کے ساتھ شامل نہیں ہوگا چاہے دنیا ادھر سے ادھر ہی کیوں نہ ہو جائے

پاکستان قومی اتحاد نے جب سے جماعت کی اصلاح معاشرہ کی تحریک پر قبضہ کر کے اسے اپنے نام سے چلانے کا فیصلہ کیا ہے جماعت اسلامی کے امیر مولانا طفیل محمد سخت جز بز ہیں کہتے ہیں کہ یہ محمود (مولانا مفتی محمود) ہمیشہ دوسروں کے مال پہ ہی فاتحہ پڑھتا رہا ہے اس بار بھی ہماری اتنی اچھی تحریک پر قبضہ کر لیا۔ تحریک اصلاح معاشرہ شروع ہوئی تو راولپنڈی اور اسلام آباد میں جماعت اسلامی کے کارندے نکل آئے ہیں آج کل اسلام آباد کے ایک بس سٹاپ پر ایک باریش بڑے میاں روزانہ صبح سویرے ہاتھ میں لاٹھی لئے آن موجود ہوتے ہیں۔ طالبات کے سروں پر اپنی چھڑی مار مار کر ان کو سر ڈھانپنے کی تلقین کرتے ہیں بس اسٹاپ پر کھڑے دوسرے نوجوان آوازے کستے رہتے ہیں طالبات اس بوڑھے شخص سے سخت پریشان ہیں۔ دراصل اس قسم کے لوگ نوجوان نسل کی اسلام سے برگشتگی کا باعث بنتے ہیں اگر ان بڑے میاں کا یہ وطیرہ جاری رہا اور نوجوان اسی طرح آوازے کستے رہے تو اس سے صورتحال خراب ہی ہوگی سنبھلے گی ہرگز نہیں۔

**

قاضی جعفری اور آفتاب احمد خان کا انخلاء اور جماعت کی پلاننگ

غینوں کی ڈائری

امریکہ پاکستان میں ایف ۱۸ طیاروں کا کارخانہ لگانے کو تیار ہو گیا؟

گذشتہ ہفتے جماعت اسلامی کو ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور منہ کی کھانی پڑی اس بار جماعت کو جو شکست نصیب ہوئی ہے وہ وکیلوں کے فرنٹ پر ہوئی ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک دن اچانک کراچی بار ایسوسی ایشن کے صدر اور جنرل سیکرٹری کی طرف سے ایک پریس کانفرنس کو خطاب کیا گیا۔ جس میں یہ انکشاف کیا گیا کہ حکومت کراچی میں ماتحت عدالتوں کی مرکزیت ختم کرنا چاہتی ہے جس کا مقصد کراچی میں وکیلوں کو تنگ کرنا ہے بار کے عہدے داروں نے نہ صرف حکومت اور گورنر سندھ کے خلاف تند و تیز زبان استعمال کی بلکہ جماعتی وزیروں پروفیسر غفور احمد اور اے کے بروہی کو بھی نہیں بخشا گیا۔ اور کہا گیا کہ یہی لوگ بھٹو کے دور حکومت میں یہاں آکر بیٹھتے تھے۔ اور اسی قسم کے فیصلوں کو بھٹو آمریت کی دین قرار دیتے تھے مگر آج خود ان کے دور حکومت میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور خاموش ہیں۔ بار کے صدر اور سیکرٹری نے دھمکی دی کہ اگر حکومت کی معاون سیاسی جماعتوں نے اس مسئلے پر ان کی حمایت نہیں کی تو آئندہ ان جماعتوں کے رہنماؤں کے کراچی بار میں داخلے پر پابندی لگا دی جائے گی۔

ان عہدے داروں نے اعلان کیا کہ کراچی بار کی جنرل باڈی کے فیصلوں کے مطابق کراچی کے وکیل پہلے دن ایک گھنٹے اور دوسرے دن دو گھنٹے اور تیسرے دن مکمل طور پر عدالتوں کا بائیکاٹ کریں گے انہوں نے دھمکی دی کہ تیسرے دن بار کی جنرل باڈی کا اجلاس ہوگا جس میں وکیلوں کی طرف سے ہڑتال کرنے کی تجویز پر بھی غور کیا جائے گا اس پریس کانفرنس میں کراچی بار کے صدر اور سیکرٹری کے لب و لہجے پر ہر اخباری نمائندہ حیران تھا خاص طور پر جماعت اسلامی کے وزیروں پر تنقید سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ بہرحال ایک بات ضرور تھی کہ کراچی بار کے صدر اور سیکرٹری ناک کی سیدھ میں چل رہے تھے۔ وہ اس موضوع کے علاوہ اور کسی مسئلے پر بات چیت کرنے کو تیار نہیں تھے۔ یہ بات اکثر اخباری نمائندوں نے محسوس کی۔ اور ایک اخباری نمائندے نے سوال کر ہی دیا کہ "آپ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ تو درست ہے مگر کراچی بار کے صدر اور سیکرٹری کی حیثیت میں آپ اس وقت آئین کی حیثیت قانون کی حکمرانی اور شہری آزادیوں کے بارے میں بھی تو اپنے موقف سے آگاہ کریں جبکہ ماضی میں اور خاص طور پر پچھلی حکومت کے دوران کراچی بار سخت سے سخت موقف اختیار کرتی رہی ہے اس سوال پر کچھ دیر تک تو سناٹا چھا گیا مگر بعد میں بار کے سیکرٹری بولنے لگے کہ "شہری آزادیوں پر ہم بولیں گے مگر اس مسئلے کی روشنی میں بولیں گے جس کے بارے میں ہم نے اس پریس کانفرنس کا اہتمام کیا ہے" بعد میں پریس کانفرنس کے خاتمے کے بعد کراچی بار کے صدر اور سیکرٹری نے خاصے جذباتی انداز میں اخباری نمائندوں سے اپیل کی کہ وہ ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ جس پر ایک اخباری نمائندے نے ان کو ٹوکتے ہوئے کہا کہ جناب ہم تو آپ کی آواز صحیح طریقے سے عوام تک پہنچانے کی کوشش کریں گے مگر ہماری بھی مجبوریاں ہیں اخبارات پر سنسر عائد ہے صحافی قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کر رہے ہیں شہری آزادیاں معطل ہیں سیاسی عمل ختم کر دیا گیا ہے اس پر بھی تو آپ کچھ بولیں اور تو اور گذشتہ دنوں صحافیوں کو کوڑے مارے گئے اور مار جیل میں تشدد کیا گیا ان باتوں پر آپ کیوں خاموش تھے تو بار کے صدر اور سیکرٹری کی فقط اتنی سی آواز نکل سکی کہ "کریں گے، کریں گے"۔ بعد میں ہم جب بار روم سے باہر نکل رہے تھے تو ایک جونیئر وکیل نے جو خود بھی پریس کانفرنس کے وقت بار روم میں موجود تھا ہمارے کان میں کہا کہ "ان سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں یہ تو اسی وقت بولتے ہیں جب عام وکیلوں کا ان پر پریشر ہے، دوسرے خود ان کے پیٹ کا بھی مسئلہ ہے۔

بہرحال بعد میں تین دن عدالتوں کا بائیکاٹ بھی ہوا۔ اور جماعت اسلامی کے ترجمان اخبار جسارت کی طرف سے مخالفت میں لکھنے کی وجہ سے وکیلوں کی طرف سے جسارت کو جلایا بھی گیا مگر آخر کار معاملہ اس طرح طے ہو گیا کہ حکومت نے یقین دہانی کرائی کہ فی الحال ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا اور مستقبل میں اگر کوئی ایسا فیصلہ کرنے کا ارادہ ہوا تو اس سے پہلے کراچی اور ہائیکورٹ بار کو اعتماد میں لیا جائے گا۔

یہ معاملہ ختم ہو چکا ہے مگر جماعت اسلامی والے اپنے لگائے ہوئے زخم بڑی ڈھٹائی سے چاٹ رہے ہیں وہ اس طرح کہ ہمیں کچھ سینئر وکلاء نے جن کا جماعت اسلامی کے سینئر وکلاء سے گاڑھا یارانہ ہے بتایا ہے کہ یہ سب کچھ جماعت اسلامی کے ایک پلان کے تحت ہونے والا تھا مگر وکیلوں کے پریشر کے نتیجہ میں خود بار کے جماعتی عہدے داروں نے ان کا یہ کھیل ناکام بنا دیا ان حضرات نے بتایا ہے کہ جماعت اسلامی نے پاکستان کے کئی اہم اور با اثر اداروں پر جماعتی کنٹرول قائم کرنے کے لئے کئی چھوٹے موٹے پلان تیار کر رکھے ہیں جن میں سے یہ بھی ایک تھا۔ جماعت چاہتی ہے ایک اور اہم ادارے کی طرح عدالتوں پر بھی ان کا کنٹرول ہو جائے

اس کے لئے انہوں نے تجرباتی طور پر سب سے پہلے کراچی کو منتخب کیا جس کے دو اسباب ہیں. ایک تو جماعت شہر کی سیاسی فضا کو دوسرے شہروں کے مقابلے میں زیادہ جماعت کے حق میں سمجھتی ہے دوسرا یہ کہ جماعت سمجھتی ہے کہ کراچی کے وکیلوں کے حلقے اور کراچی بار بھی ان کے حلقہ اثر میں ہے جماعت کے اس پلان کے تحت ماتحت عدالتوں کی مرکزیت ختم ہونے کے بعد شہر کے مختلف علاقوں میں جن عمارتوں میں یہ ماتحت عدالتیں قائم ہونی تھیں وہ جماعت کے سابق دفاتر یا جماعت سے تعلق رکھنے والوں کی ملکیت ہوتے. مگر یہ پلان کامیاب نہ ہو سکا. بہرحال ایک اطلاع کے مطابق جماعت نے اپنا یہ پلان مکمل طور پر ترک نہیں کیا ہے بلکہ وہ اس سلسلہ میں اپنی اسٹریٹیجی پر نظر ثانی کرنے کے ساتھ کسی موزوں وقت کا انتظار کر رہی ہے وکیلوں کے ایک حلقے نے ہمیں بتایا ہے کہ اس جماعتی پلان کی ناکامی کا ایک سبب حال ہی میں نظام مصطفےٰ نافذ کرنے کے سلسلہ میں حکومت کیطرف سے کئے گئے اعلانات اور ظاہر کئے گئے ارادے بھی ہیں. خیال کیا جا رہا ہے کہ اگر سوچے سمجھے منصوبے کے بغیر کوئی ایسے اقدامات کئے گئے تو پاکستان میں وکالت کا ادارہ ہی ختم ہو جائے گا. اور وکیل ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہیں گے۔

وکیلوں کے ان حلقوں کے مطابق وکیلوں کے حالیہ جارحانہ رویئے کے پیچھے بھی یہ اندیشے مضمر تھے. ایک طرف جماعت اسلامی اس قسم کے گھناؤنے منصوبے بنا رہی ہے تو دوسری طرف ایک پلاننگ کے تحت حکومت کے اہم عہدوں پر فائز نسبتاً غیر جانبدار سوچ رکھنے والے سینئر حکام کو ہٹا کر ان جگہوں پر جماعتی بندے لائے جا رہے ہیں اس قسم کا پہلا نشانہ پلاننگ اور فنانس کے وفاقی سیکرٹریٹ کو بنایا گیا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے اے جی این قاضی کو ہٹایا گیا جو خزانے کے سیکرٹری جنرل تھے ان کو وہاں سے ہٹا کر اسٹیٹ بینک کا گورنر مقرر کیا گیا ہے دوسرا نشانہ ایکانامک افیئرس ڈویژن کے سیکرٹری مسٹر وسیم جعفری کو بنایا گیا ہے بعینہ طور پر ان کو اتنا تنگ کیا گیا کہ وہ پاکستان چھوڑ کر باہر جا رہے ہیں اس سلسلے میں تازہ جماعتی شکار عالمی شہرت کے حامل فنانس ایکسپرٹ مسٹر آفتاب احمد خان کو بنایا گیا ہے جنہوں نے بھی آخر کار پاکستان چھوڑ کر ورلڈ بنک میں کوئی ملازمت حاصل

کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے. ان لوگوں کے ہٹائے جانے کے بعد جماعت کو ان کے مرتبے اور صلاحیت کے ماہرین نہیں مل رہے ہیں مگر پھر جماعت اسلامی کے وزیر صدر صاحب کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ ہم آپ کو ان سے بھی قابل لوگ لا کر دیں گے۔

انہی دنوں ایک دلچسپ شخصیت اور پی این اے کے سابق سیکرٹیری جنرل مسٹر رفیق احمد باجوہ یہاں وارد ہوئے اور ایک عدد پریس کانفرنس سے خطاب کیا. پریس کانفرنس کے دوران اور پریس کانفرنس سے پہلے غیر رسمی گفتگو کے دوران انہوں نے کئی اہم اور دلچسپ انکشافات کئے.

انہوں نے بالواسطہ طور پر سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا شاید آگے چل کر تاریخ یہ بات ثابت کرے کہ بھٹو نے درست کہا کہ ان کو ہٹانے میں امریکی ہاتھ تھا. بہرحال انہوں نے کہا کہ بھٹو کے ہٹائے جانے کے پیچھے کئی محرکات تھے جن میں خود ان کی اپنی فاش غلطیاں بھی شامل تھیں انہوں نے انکشاف کیا کہ لیاقت علی کے قتل اور غلام محمد کے اقتدار میں آنے سے لے کر بھٹو کے جانے تک کے واقعات میں عوام کا نہیں بلکہ کوئی اور ہاتھ تھا. انہوں نے تیسری دنیا کے بارے میں بھٹو کی تجویز کی زبردست تعریف کی اور خیال ظاہر کیا کہ شاید بھٹو کے جانے کا ایک بڑا سبب یہ تجویز ہی ہو جو ایک بہت اہم اور طاقتور تجویز تھی. مسٹر باجوہ نے ایک اور انکشاف کیا اور خیال ظاہر کیا کہ این ڈی پی بھی امریکی لابی کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے اور شیر باز مزاری کا اس لابی سے ڈائریکٹ رابطہ ہے. اس پریس کانفرنس میں ایک اور شخصیت بھی موجود تھی جس کا تعارف تو نہیں کرایا گیا مگر انہوں نے بھی کئی انکشافات کئے اور بتایا کہ تیسری دنیا کے بارے میں بھٹو کی تازہ کتاب اتنی اہم ہے کہ کئی "لابیاں" اس سے پریشان ہیں. انہوں نے انکشاف کیا کہ حکومت نے سرکاری طور پر تو اس کتاب پر پابندی نہیں لگائی مگر خانگی طور پر حکومت نے ہر بک اسٹال سے یہ کتاب اٹھوا دی ہے اور اب یہ کتاب نایاب ہے. ان حضرت نے ایک اور چونکا دینے والا انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ امریکی حکومت کا مفاد اس میں ہے کہ پاکستان "بفر" ریاست کی حیثیت میں زندہ رہے انہوں نے یہ بھی انکشاف کیا کہ امریکہ پاکستان میں ایف ۱۸ طیاروں کا کارخانہ لگانے پر راضی ہو گیا ہے۔

میں برنا کی ولولہ انگیز قیادت پہ یقین رکھتا ہوں

کراچی میں چلائی جانے والی تحریک آزادی صحافت کے ایک رکن پشاور کے صحافی آغا باقر نے ۳۲ ماہ بستر علالت پر گذارنے کے بعد آج ایک تحریری بیان جاری کیا ہے جس میں انہوں نے گذشتہ ماہ اپنے نام سے امام صحافت جناب منہاج برنا کے خلاف شائع ہونے والے بیان کی پرزور تردید کی ہے انہوں نے کہا کہ وہ بیان میں نے جاری نہیں کیا تھا کیونکہ میں روز اول کی طرح اب بھی جناب برنا کی ولولہ انگیز قیادت پر یقین رکھتا ہوں انہوں نے کہا کہ دراصل پریس کلب پشاور کے چیئرمین اور ان کے بعض ساتھیوں نے حکومتی اور ایک مخصوص سیاسی جماعت کے اشارے پر انہیں پریس کلب میں زدوکوب کیا اور ایک سادہ کاغذ پر دستخط لیئے انہوں نے کہا کہ میں کئی روز تک چوٹوں اور زخموں اور بالآخر دل کے مرض میں مبتلا رہا مجھے بستر علالت پر وہ اخبار ملا جس میں میرے نام سے بیان شائع ہوا تھا جس کو پڑھ کر میری حالت مزید بگڑ گئی اور ڈاکٹروں نے مجھے مزید دو ماہ آرام کا مشورہ دیا جس کی وجہ سے میں اس کا بروقت ازالہ نہ کر سکا. انہوں نے کہا کہ وہ ایسے افراد کو بے نقاب کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں جو صحافت کے نام پر صحافی بھائیوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے حکومتی مشنری کے ساتھ سازش میں ملوث ہیں. انہوں نے کہا کہ جناب برنا کے حامی ان کی قیادت پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیں. انہوں نے کہا کہ باوجود اس کے کہ وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات، چیئرمین پریس ٹرسٹ اور دیگر سرکاری اہلکاروں نے خود پشاور آ کر مخصوص مفاد پرست گروہ کو اس مقصد کے لیئے ان پر کئی کرم نوازیاں کی ہیں، لیکن اس بات کی کسی صورت میں تکمیل نہیں ہو سکی کیونکہ صحافیوں کی اکثریت جناب برنا پر یقین رکھتی ہے

کراچی پریس کلب کے انتخابات دراصل ایک ریفرنڈم تھے

منہاج برنا کی مخالفت کیسے کی گئی

طاہر نجمی

دایئں بازو کے ایک متعصب جریدے نے جو "زندگی" کے نام پر زہر کشید کرتا آیا ہے۔ اپنی ایک اشاعت میں کراچی پریس کلب کے سالانہ انتخابات پر اپنے نامہ نگار کی زہرافشانی شائع کی ہے جس میں صحافیوں اور اخباری کارکنوں کے قائد جناب منہاج برنا کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی گئی ہے مگر نو آموز نامہ نگار کلب کے انتخابات میں منہاج برنا کے حامی ساتھیوں کی شاندار فتح سے آنکھیں نہیں چرا سکا اور بادلِ ناخواستہ اسے کڑوی گولی نگلنا پڑی کہ جناب منہاج برنا کی حیثیت صحافیوں میں بے حد مستحکم ہے ان کے مخالفین منتشر بھیڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور وہ دن بدن سکڑتے جا رہے ہیں۔

رپورٹ میں پریس کلب کے نئے عہدیداروں کی کامیابی کو جناب منہاج برنا کی کامیابی قرار دیا گیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ جناب منہاج برنا کے ساتھی کچھ ایسی حکمت عملی اختیار کرتے ہیں کہ مخالفین "بے بس" ہو جاتے ہیں۔ اسی بے بسی کے احساس کو نامہ نگار موصوف نے کچھ اس طرح سے پیش کیا ہے کہ "برنا گروپ جیت کر بھی ہار گیا۔"

کراچی پریس کلب صحافیوں کو ایک پلیٹ فارم تو ضرور مہیا کرتا ہے لیکن اس کا صحافیوں کی تنظیم کراچی یونین آف جرنلسٹس اور اپینک کراچی سے کوئی تنظیمی تعلق نہیں پریس کلب کا اپنا ایک آئین ہے جس کے تحت یہ ادارہ کام کر رہا ہے اور جس کے انتخابات ہر سال باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوتے رہے ہیں (جن کا ملک کے حالات یا مثبت تاریخ کے حصول سے کوئی تعلق نہیں) لہٰذا اس سال بھی ۱۹۷۹ء کیلئے انتخابات منعقد ہوئے اور پولنگ کی شرح بھی روایات کے مطابق رہی۔ ممبران کی اکثریت نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا جس کے نتیجے میں سینئر صحافی حضور احمد شاہ اور حبیب خان غوری بھاری اکثریت کے ساتھ بالترتیب صدر اور سیکریٹری منتخب ہو گئے۔ ممبران نے جناب حبیب خان غوری کو کلب کی ۲۱ سالہ تاریخ میں تیسری بار سیکریٹری منتخب ہونے کا بھی اعزاز بخشا۔

جناب منہاج برنا کی قیادت میں صحافیوں نے حال ہی میں آزادی صحافت کی جو تاریخ ساز جدوجہد کی ہے اس میں کراچی پریس کلب کا نام بھی گونجتا رہا۔ جو کہ احتجاجی بھوک ہڑتال کا مرکز تھا۔ تحریک کے دوران اخباری کارکنوں کے ولولہ انگیز جلسے پریس کلب میں ہی ہوتے تھے اسی سبب کلب کے سیکریٹری حبیب خان غوری کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے تھے۔ بعد ازاں وہ گرفتار بھی ہوئے کلب رات دن پولیس کے محاصرے میں رہتا تھا۔ صحافیوں کی تحریک کے دوران جماعت اسلامی کے اخبار جسارت کے ایک فوٹوگرافر نے مقدمہ بازی کر کے کلب کو بند کرانے کی بھی کوشش کی تھی تاکہ صحافیوں کی تحریک پریس کلب سے استفادہ نہ کر سکے لیکن یہ اور اسی قسم کے دیگر تمام ہتھکنڈے بُری طرح ناکام ہوئے جماعت اسلامی سے ہمدردی رکھنے والے صحافیوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ کلب کو سیاسی اکھاڑہ بنا دیا گیا ہے (لیکن قومی اتحاد کی تحریک کے دوران جب پریس کلب کو "پی این اے ہاؤس" کہا جاتا تھا تو اس پر صالحین نما صحافیوں کو اعتراض نہیں تھا) اس پس منظر میں پریس کلب کے سالانہ انتخابات دراصل ایک ریفرنڈم کی حیثیت رکھتے تھے کہ آیا آزادی صحافت کے لیے عملی جدوجہد کرانے والے صحافی حق پر ہیں۔ یا وہ عناصر جو اس جدوجہد پر سیاسی مقاصد کا الزام عائد کرتے رہے ہیں اس ریفرنڈم میں ممبران کی اکثریت نے جدوجہد کرنے والوں کو اپنے اعتماد کا ووٹ دیا اور اس طرح آزادی صحافت کی تاریخ ساز جدوجہد کے ساتھ جو کہ جناب منہاج برنا کی قیادت میں کی گئی تھی اپنی مکمل یکجہتی کا مظاہرہ کیا جماعت اسلامی کے صحافیوں کو اندازہ تھا کہ پریس کلب کے مورچے کو فتح کرنا ان کے بس کی بات نہیں اس لئے اخباری صنعت میں غداروں کے ٹولے میں سے کسی "لیڈر" نے کھل کر انتخابات میں حصہ نہیں لیا جماعت اسلامی کی سرپرستی میں جعلی پی ایف یو جے کے خالق اقبال مرزا صبح سویرے چوروں کی طرح منہ چھپائے کلب آئے، ووٹ ڈالا اور نو دو گیارہ ہو گئے وہ اخلاقی طور پر صحافیوں کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں رکھتے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔

پریس کلب کی جنرل باڈی کا اجلاس پولنگ کے اختتام پر منعقد ہوا جس میں سبکدوش ہونے والی گورننگ باڈی نے آئینی کمیٹی کی سفارشات پر چند ترامیم متعارف کرائیں جن پر اکثریت نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا لیکن چند ارکان کی مخالفت برائے مخالفت کے سبب ترامیم آئندہ اجلاس کے لیے ملتوی کر دی گئیں کلب کے آئین کی رو سے اکثریت کی حمایت سے یہ ترامیم منظور کی جا سکتی تھیں لیکن اشفاق بخاری نے کچھ زیادہ ہی جمہوریت پسندی کا مظاہرہ کیا اور کہا ان کی خواہش ہے کہ ترامیم اتفاق رائے سے منظور ہوں لہٰذا ترامیم آئندہ اجلاس کے لیے اٹھا

رکھ جائیں بس اتنی سی بات پر نامہ نگار موصوف نے لکھ مارا۔ "برنا گروپ جیت کر بھی ہار گیا۔ جبکہ اس میں جیت ہار کا کوئی مسئلہ نہیں لیکن "زندگی" کے ساتھ ایک مسئلہ ضرور ہے وہ یہ کہ اسے منہاج برنا کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے چنانچہ نظریہ ضرورت کے تحت آئین میں ترامیم کا التواء جماعت اسلامی کے ترجمان جریدے کے لئے منہاج برنا کی ہار میں بدل گیا۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

زندگی کے نامہ نگار برنا گروپ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تاکہ منہاج برنا کی شخصیت کو محدود کیا جا سکے کاش کہ یہ ان کے بس میں ہوتا ہم نامہ نگار موصوف سے اس سوال کا جواب ضرور چاہیں گے کہ اگر جماعت اسلامی سے کچھ لوگ علیحدہ ہو جائیں تو کیا زندگی کے نامہ نگار اس جماعت اسلامی کو کسی گروپ سے موسوم کرنا شروع کر دیں گے جس کے اصلی تے وڈے پیر سید مودودی ہیں۔ اگر وہ ایسی صورت میں جماعت اسلامی کو مودودی گروپ لکھنا پسند کرتے ہوں تو پھر ہمیں انکی جانب سے برنا گروپ کی اصطلاح استعمال کرنے پر کوئی بھی اعتراض نہیں ہے۔

زندگی نے کراچی پریس کلب کو صحافیوں کی سیاست کا اعصابی مرکز اور منہاج برنا کا ایک مضبوط قلعہ قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی اس "حسرت" کا اظہار کیا ہے کہ اس میں ابھی تک نقب نہیں لگائی جا سکی زندگی نے اس بات کا بھی رونا رویا ہے کہ منہاج برنا کے مخالفین کو اچھی قیادت نہیں ملی، اقبال مرزا، خالد بٹ، سجاد میر اور اس ٹولہ کے دیگر لوگ ذاتی مفادات کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں جعلی پی ایف یو جے کے سیکرٹری اقبال مرزا اپنا الو سیدھا کر چکے ہیں۔ ایک عدد پی ایف یو جے گھڑنے سے قبل وہ سرکاری اخبار مارننگ نیوز میں پروف ریڈر ہونے کا بھی تصور نہیں کر سکتے تھے لیکن آج منہاج برنا کے خلاف جہاد کرنے پر بطور انعام سٹی ایڈیٹر ہو گئے ہیں۔ خالد بٹ سرکاری خرچ پر ملک اور بیرون ملک سیر کر رہے ہیں (ان دنوں بنکاک میں ہیں) اور صالح صحافیوں کے سرخیل سجاد میر بھی اپنے دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اس طرح جناب منہاج برنا کی مخالفت "کشش" کرلی گئی ہے اور انکے لیئے اب اس میں مزید کوئی چارم باقی نہیں رہا۔ ■

سچ نما — حاجی عدیل

جمہوریت دشمنی چھوڑ دو، اخبار خود بخود چلنے لگے گا!

جسارت

نظامِ مصطفیٰؐ سے جاسوسی ناول تک

صاحبو! پڑھا آپ نے —— کچھ سنا آپ نے عجب زمانہ آگیا۔ اسلامی ادب و ثقافت کے وارث جاسوسی ادب تک آ گئے۔

اسلام کی تجارت کرنے والے تجار منافع کی ہوس سے مغلوب ہو کر کچھ نیا مال مارکیٹ کی زینت بنا رہے ہیں —— مارکیٹ کا تقاضہ انہیں نئے کیل کانٹے سے لیس ہونے پر ایک عرصے سے مجبور کر رہا تھا۔ لیکن وہ نئی نئی کیسی کی طرح گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کچھ فطری حجاب کا شکار رہے۔ مگر کب تک؟ —— خریداروں کو تو متوجہ کرنا، لبھانا، اور کل کے لئے آمادۂ گناہ کرنا ہر رنڈی اور تاجر کا اولین فرض ہوتا ہے۔ اور فرض کی ادائیگی سے انحراف، انکار یا غفلت انہیں جہنم رسید کر دیتی ہے۔ کچھ ایسا ہی مرحلہ اور معاملہ مولانا صلاح الدین یعنی اسلام پسند صحافی، نظامِ شریعت کے مبلغ اور جماعت اسلامی کے ڈھنڈورچی کو بھی درپیش تھا سو موصوف نے فی الفور جماعتِ مودودی کی مرضی و ایما سے فیصلہ کر کے جسارت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو، گرتی ہوئی مارکیٹ کے بھنور سے نکالنے کی سعی کامیاب کر لی۔

روزنامہ جسارت یوں تو بظاہر جماعت اسلامی کا سیاسی و اسلامی آرگن نہیں لیکن اپنی چال چلن کے اعتبار سے جماعت اسلامی کا آرگن تسلیم کر لیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس اخبار کا نصب العین اور منشور۔

آمریت پسندی
جمہوریت دشمنی، جمہور کشی
دروغ پرستی، فتنہ پروری
منافرت انگیزی اور فرقہ پرستی سے عبارت ہے

اس نصب العین اور منشور کی مارکیٹ اب چونکہ گرنے لگی ہے۔ اس لئے جسارت کے نیم مردہ اور مفلوج وجود کو حرکت اور توانائی سے ہمکنار کرنے کیلئے ضروری تھا کہ نیا اور تازہ خون (چاہے فاسد ہی ہو) اس کی شریانوں میں بھی دوڑایا جائے۔

دروغ برگردن شیطان مولانا صلاح الدین نے اپنے ہم پیشہ اور ہم مشرب دانشور زیڈ اے سلہری وغیرہ سے مشورہ کے بعد مارکیٹ ڈیمانڈ مولانا مودودی کے گوش گذار کرتے ہوئے کہا۔

یا سیدی!
ہمارے ایجنٹ کہتے ہیں۔
جسارت چلتا نہیں
اس کی سیل دم توڑ رہی ہے۔
اس کو چلانے کی کچھ سبیل کریں
"پالیسی" پر نظر ثانی کریں
کچھ ہنگامہ و سنسنی خیزی ہو
کچھ جاذب چہرے اور شہوت انگیز ٹانگوں کی نمائش ہو
فلم اور ٹی وی کی باتیں ہوں
جذبات میں ہلچل مچانے والی رقاصاؤں کی نیم برہنہ تصاویر ہوں۔
جرائم کی تلذذ آمیز کہانیاں ہوں
اس کے ساتھ ہی ساتھ صادق حسین سردھنوی مارکہ اسلامی تاریخی ناولوں اور افسانوں کی طرف رجوع کریں۔
مجاہدانِ اسلام کے (جھوٹے) پاکیزہ عشق مجازی کے چٹخارے دار قصے ہوں۔
سچی آپ بیتی ہو۔ جس میں عصمت دری کے واقعات کو بھی دلنشیں انداز میں رقم کیا جائے۔ اور اگر مدیرِ گرامی کا دل چاہے تو،

بے سود بنکاری، ٹیکس کی لعنت اور زکات کی برکت، قومی سرمایہ کاری کے "نقصانات" اور نجی سرمایہ کاری کے بیش بہا فوائد وغیرہ پر بھی مضامین یا اداریے شائع کرے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نظریہ ضرورت اور مصلحت آمیز جھوٹ کے تحت مولانا مودودی نے مذکورہ تجاویز کی منظوری دے دی تاکہ جسارت کی سرکولیشن میں اضافہ ہو اور ان کے گرگے خوش رہیں۔ مولانا مودودی کی منظوری چونکہ جسارت اور ایجنٹوں کے مفادات کے مطابق تھی اس لئے مولانا صلاح الدین نے فیصلہ کیا کہ

جسارت کے ایجنٹوں کی تجاویز معقول ہیں ان پر فوری عمل کیا جائے۔

اس طرح حق وصداقت کا علمبردار، جمہوری قوتوں کا ہمسفر، جسارت اب نئے اسلوب وانداز سے مارکیٹ میں آرہا ہے۔

اب جسارت میں ابن صفی صاحب کے پراسرار، سنسنی خیز "اسلامی جاسوسی" ناول کے ساتھ ساتھ مقابلہ حسن کی برائے نام لباس والی تصاویر چھاپ کر اس کے نیچے لکھا جائے گا۔

"یہ عریانیت اسلام کے منافی ہے"۔ ادارہ

جذبات کو ابھارنے والی چٹخارے دار فحش کہانی چھاپ کر آخر میں لکھا جائے گا۔

"ایسی فحش تحریریں معاشرے کو گندہ اور نوجوانوں کے اخلاق کو تباہ کر رہی ہیں"۔ ادارہ

برشی باردو، صوفیہ لارین کی دلوں کو گدگدانے والی تصاویر چھاپ کر نیچے لکھا جائے گا۔

"فحش فلموں کی درآمد پر پابندی عائد کی جائے" ادارہ

علاوہ ازیں فلمی صفحہ بھی ہوگا تو اس صفحہ کے تمام "تقاضے" پورے کئے جائیں گے اور ان تقاضوں ہی کو پورا کرنے کے صلے میں فلموں کے اشتہارات بھی ملیں گے۔ اشتہارات سے بھی مالی فائدہ ہوگا اور جاذب نظر، قہرہ کن، برق آگیں اور دلوں کو زیر وزبر کرنے والی خوب صورت، اداکار، گلوکار، رقاص عورتوں کی رنگین تصاویر لازمی طور پر سرکولیشن میں اضافے کا باعث ہوں گی۔ ظاہر ہے یہ بھی مالی فائدہ کی ہی بات ہے

اشتہارات کی بات چلی ہے تو جسارت میں، بال صفا پوڈر، ٹیوب، میک اپ کے سامان، بچے کم خوشحال گھرانہ والے "غبارے" اور دیگر سامانِ تعیش کے اشتہارات بھی شائع ہوں گے اور ان اشتہارات میں تاجر حضرات لوگوں کو اپنے مال کی طرف متوجہ کرنے کیلئے حورانِ خلد کی جس انداز میں نمائش کرتے ہیں اس کا تذکرہ یہاں بیکار ہے۔ اس لئے کہ قارئین کرام آپ بہتر جانتے ہیں۔

ہمارے خیال میں جہاں تک ابن صفی صاحب کے جاسوسی ناول کی اشاعت کا تعلق ہے تو یہ صرف اور محض بہانہ ہے۔ دیگر رنگین، سنسنی خیز، ہنگامہ پرور اور شہوت انگیز تحریروں اور تصاویر کے شائع کرنے کا۔ ابن صفی بچارے تو قلم کے مزدور ہیں۔ وہ شاید ان چکروں سے واقف نہیں۔ انہوں نے تو معقول معاوضہ لیا اور لکھنا شروع کر دیا۔ اب ان کے کندھے پر بندوق رکھ کر جو لوگ گاہکوں کا شکار کرنے کے چکر میں ہیں وہ اپنی گرتی ہوئی سیل اور تباہ ہوتے ہوئے سرمایہ کو کن کن ہتھکنڈوں سے بچائیں گے۔ یہ ابن صفی کی بلا جانے۔

قارئین کرام۔!

اب جسارت کو رنگین مزاج، آوارہ طبیعت، فلم اور فیشن کے رسیا، عیاش طبیعت، سازشی، اسمگلر اور دیگر جرائم پیشہ افراد شروع کر دیں گے اور ان کے ساتھ ساتھ سی آئی ڈی اور انٹیلی جنس کی تمام برانچوں کے دھانسو افسران اور سپاہی، پولیس والے، ان کے مخبر بھی دلچسپی اور پابندی سے پڑھیں گے تاکہ مجرموں، بالخصوص سیاسی مجرموں کا نظام مصطفےٰ کی آمد سے قبل ہی قصہ پاک کرنے میں مدد لی جائے۔ نہ صرف یہ بلکہ بقول شخصے ابن صفی صاحب کے فوق الفطرت کردار کرنل فریدی اور عشق پیشہ کردار کیپٹن حمید کے نام پر جسارت کی خاصی ترسیل فوجی بیرکوں تک بھی ہو جائے گی کہ حکومت کے رازہائے سربستہ کے حصول کیلئے پاکستان دشمن ممالک کے جاسوسوں کی ٹولیاں جو سازشیں کرتی اور ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ ان سے قبل از وقت نمٹنے کے لئے از بس ضروری ہے کہ جاسوسی ناولوں کا مطالعہ کیا جائے۔

جہاں تک اسلام، نظام مصطفےٰ اور نظام شریعت اور اس کے پرستاروں کی بات ہے تو انہیں خوش رکھنے کے لئے آٹے میں نمک کی طرح کچھ نہ کچھ تو ہوگا ہی ——— چلیئے خریدار بھی خوش اور دوکاندار بھی مزے میں۔

قارئین کرام۔! کیسی اچھی ترکیب ہے ——— آپ کا خیال شریف میں جسارت والوں کی نظر میں اسلامی سیاست شاید یہی ہے۔

****

یہاں فوجی حکومت نہیں ہوتی

——— راجہ یوسف طاہر ———

مظفر آباد ایک پسماندہ علاقہ ہے یہاں کے لاکھوں غریب عوام قائد عوام کے ساتھ ہیں اور وہ "قائد عوام کے لئے ہر قسم کی قربانی دے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے لیکن یہاں پر فوجی حکومت ان ورکروں پر بڑا ظلم کرتی ہے جو قائد عوام کا نام لیتے ہیں مگر اس ظلم کے باوجود بھی یہاں کے عوام قائد کے شیدائی ہیں اور ان کے لئے اپنے جان ومال کی بھی فکر نہیں کرتے۔ جناب کرنل منشاء اور راجہ ممتاز حسین راٹھور نے پارٹی کے لئے بہت قربانیاں دی ہیں۔ ان کو پولیس والے راولپنڈی سے گرفتار کر کے لائے تھے لیکن یہاں کی ہائی کورٹ، جس کے سربراہ جناب چیف جسٹس جسٹس یوسف صراف صاحب نے کہا کہ آزاد کشمیر ایک آزاد علاقہ ہے یہاں پر فوجی حکومت "قائم نہیں ہے اس لئے کسی بھی لیڈر کو پاکستان سے گرفتار کر کے لانا اور اس پر مقدمہ چلانا جائز نہیں اس لئے انہیں رہا کر دیا گیا تھا۔ اب صورت یہ ہے کہ اگر قومی اتحاد والے تقریر کریں تو حکومت ان کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرتی اس کے برخلاف اگر پیپلز پارٹی کے ورکر تقریریں کریں تو ان کو گرفتار کیا جاتا ہے ان پر ظلم اور تشدد کیا جاتا ہے اس لئے کہ وہ پارٹی کو چھوڑ دیں لیکن وہ کہتے ہیں ہم مر جائیں گے مگر بھٹو کو نہیں چھوڑیں گے۔ میں بھی پیپلز پارٹی کا ادنیٰ کارکن ہوں اور مجھ پر بھی بہت زیادہ الزام لگائے گئے اور بہت دفعہ مجھ پر ظلم بھی کیا گیا۔ میں قائد عوام کا اس وقت سے شیدائی ہوں جب پاکستان میں پیپلز پارٹی بنی تھی۔

روزنامہ امروز (لاہور) نے اپنی اشاعت ۱۳ دسمبر میں طرزِ تعلیم کے بارے میں طلباء کا ایک سروے شائع کیا ہے اس میں ایک ایم اے اردو کے طالب علم اختر لطیف نے کہا ہے کہ ایم اے پاس نوجوان آداب واخلاق سے ناآشنا ہوتے ہیں لہٰذا ان کے لئے اخلاقیات میں ایم اے علیحدہ شروع کیا جائے۔ مشورہ سولہ آنے درست ہے جس کی پیش رفت میں لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی بھی کہہ گئے ہیں کہ ؎

ہم ایسی کل کتابیں قابلِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

لیکن اخلاقیات کا نصاب جاری کرنے کی اس دور میں نوبت ہی کیوں آئے کہ اس کے سوا ہر سو کوئی آواز ہی سنائی نہیں دیتی ہے۔ اخبارات میں اخلاقیات، ریڈیو پر اخلاقیات حتیٰ کہ گھریلو بائیسکوپ ٹی وی پر بھی اخلاقیات۔ اس سے قطع نظر ایم اے سے ہی صرف اس کا تعلق کیوں ہو؟ کیا اس لئے کہ ایم اور اے کے درمیان اگر پی یا ایل آجائے تو آدمی ماسٹر آف پرنٹ اتھارٹی یا ماسٹر آف لائسنس اتھارٹی بن جاتا ہے؟ پھر بھی اگر یہ کام ہونا ہے تو کالج یا یونیورسٹی کی تعلیم کی شرط نہ رکھی جائے کیونکہ ان دنوں اخلاقیات کے ماسٹران درسگاہوں کے رہینِ منت نہیں ہیں۔

—— ० ——

جناب اصغر خاں نے لاہور میں اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر جماعت اپنے آپ کو پہلوان بتاتی ہے حقیقت تو انتخابات کے ذریعہ ہی معلوم ہو سکتی ہے (جنگ ۴ا دسمبر) ادھر جناب شیرباز مزاری نے للکارا ہے کہ این ڈی پی انتخابات کے لئے پوری طرح تیار ہے (جنگ ۱۴ دسمبر) اور اُدھر جناب محمود اعظم فاروقی نے لندن میں اعلان کیا ہے کہ پاکستان میں ۱۹۷۹ء انتخابات کا سال ہوگا (جنگ ۱۴ دسمبر) کچھ اسی قسم کے انشائیے دوسری جماعتوں کے لیڈرانِ کرام بھی تصنیف کر رہے ہیں۔ بہرحال بات پہلوانی کے امتحان کی ہے کبھی نہ کبھی ہو کر رہے گا، اور تب چیمپئن شپ کی ٹرافی کا معاملہ پٹے گا۔ برسبیلِ تذکرہ کراچی کے لیاقت پہلوان عرف دو دھاری پہلوان نے کراچی کے تمام پہلوانوں کو چیلنج کیا ہے کہ وہ کسی سے بھی ہر وقت لڑنے کے لئے تیار ہے (جنگ ۱۴ دسمبر) غالباً اس کے کان میں بھی انتخابات کی بھنک پڑ گئی ہے۔

—— ० ——

صدر مملکت نے جریدہ "انوسٹمنٹ اینڈ مارکیٹنگ" کے ایڈیٹر کو آزاد کشمیر میں سرمایہ کاری کے مواقع کے موضوع پر خصوصی شمارہ شائع کرنے پر مبلغ ۵ ہزار روپے انعام دیا ہے۔ تعجب ہے کہ نظریۂ ضرورت، احتسابی عمل، اسلامی نظام، نظامِ مصطفیٰ، قوانینِ شریعت جیسے آفاقی موضوعات پر دفتر کے دفتر چھاپنے والے ایڈیٹروں کو ۵ روپے بھی انعام میں نہیں ملے یا اگر مور جنگل میں ناچا تو کس نے دیکھا؟

—— ० ——

پی پی آئی کے مطابق (۱۳ دسمبر) جناب شیرباز مزاری نے پاکستانیوں کو نوید دی ہے کہ پاکستان کا مستقبل این ڈی پی کے مستقبل سے وابستہ ہے۔ انہوں نے آگے چل کر اسی بیان میں انکشاف کیا کہ پی پی پی کے کارکنوں کی کثیر تعداد میں این ڈی پی میں شمولیت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ صرف این ڈی پی ہی خلا کو پُر کر سکتی ہے (حریت ۱۴ دسمبر)

تو یہ بات ہوئی پاکستان کا مستقبل این ڈی پی کے مستقبل سے وابستہ ہونے کی! گویا پاکستان کا مستقبل پی پی پی سے وابستہ تھا۔ گویا پی پی پی کے سیاسی منظر سے ہٹنے سے خلا پیدا ہو گیا ہے۔ فرما گئے مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی ؎

ذات بشر میں کوئی کرامت ضرور ہے
کیوں جانے بات اس کے فرشتے لکھا کئے

—— ० ——

جماعت اسلامی گوجرانوالہ کے سیکرٹری اطلاعات جناب حافظ محمد اسحاق نے صوبائی محکمہ خوراک سے مطالبہ کیا ہے کہ آٹے کے تھیلے کی قیمت میں کمی کی جائے (جسارت ۱۴ دسمبر) ظاہر ہے کہ یہ صوبائی معاملہ ہے اور اس کا مرکز سے کوئی تعلق نہیں ہے جہاں وفاقی وزیر پیداوار جماعت اسلامی کے جناب غفور احمد ہیں۔ البتہ حافظ صاحب کو صوبائی حکومتوں کی تشکیل تک چند نے زحمتِ انتظار کھینچنا چاہیئے تھا... لیکن نہیں، اگر صوبائی حکومت میں بھی خوراک کا محکمہ جماعت اسلامی کو ملے تو موصوف مطالبہ کس سے کرنے جائیں گے؟

روزنامہ "جسارت" کا ایک شذرہ (۱۴ دسمبر) اندرونِ سندھ ایک سڑک کی جواں مرگی کا نوحہ ہے جو چھ ماہ قبل ۵ کروڑ روپے سے زائد لاگت سے معرضِ وجود میں آئی تھی لیکن اب ع

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو ..... کی تصویر ہے

۶ لاکھ کی لاگت سے اس کی ری کنڈیشننگ کا فیصلہ کیا گیا ہے سڑک کی تباہی کا سبب بڑے پیمانے پر افسروں کی رشوت خوری بتایا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور سڑک کے بارے میں لکھا ہے کہ مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کا دھڑن تختہ ہو گیا۔ شذرہ کہتا ہے "قومی خزانے سے لوٹی ہوئی ایک ایک پائی وصول کرنے کے دعویدار اور قومی خزانے کی ایک ایک پائی کی حفاظت کا ذمہ لینے والے حکمران ان خبروں کا نوٹس کس طور پر لیتے ہیں؟ گزشتہ ڈیڑھ برس میں محاسبے کی خبریں اور دعوے بہت سنے گئے لیکن قومی خزانے کو لوٹنے والوں کو اپنے انجام تک پہنچتے کسی نے نہیں دیکھا"۔

صاحبو، یہ کیا ہو گیا؟ ابھی وعدۂ فردا جواں بھی نہ ہوا تھا کہ رکاب دار اپنا فرضِ منصبی چھوڑ کر اس کا کفن سینے لگے! چوبدار لحد کھودنے لگے! نوبت دار کاندھا دینے کی منادی کرنے لگے! اس معصوم پر کیسا وقت آن پڑا کہ بقول حضرت تسلیم لکھنوی ؎

چارہ سازِ زخمِ دل وقتِ رفو رونے لگا
جی بھر آیا دیدۂ سوزن لہو رونے لگا

—— ० ——

کے ڈی اے کے افسران اور ملازمین نے تعمیراتی کمپنیوں کو تعمیر کی تکمیل کے جعلی سرٹیفکیٹ دے کر بھاری رقمیں وصول کیں اور اس طرح کے ڈی اے کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا (حریت ۱۴ دسمبر)

یہ خبر ۱۴ دسمبر ۱۹۷۶ء کی ہوگی۔

—— ० ——

کراچی میں ۳۱۲ کچی آبادیاں ہیں۔ ان میں ۱۶ لاکھ ۴۸ ہزار افراد آباد ہیں یعنی ۴۶ فیصد آبادی (حریت ۱۴ دسمبر)

اور وہ کچی آبادیاں کہاں گئیں جنہیں گزشتہ دنوں پکی آبادیوں میں تبدیل کیا گیا تھا ـــ؟

—— ० ——

نمائندہ جنگ سکھر خبر دیتا ہے کہ مولانا مودودی نے انجمن تحفظ انسانی حقوق کے چیئرمین عبدالطاہر انصاری کے نام ایک پیغام بھیجا ہے جس میں بھارت میں مسلمانوں کی نسل کشی اور اقوام متحدہ کی بے حسی کی شکایت کی ہے (جنگ ۱۴ دسمبر)

یہ پیغام براستہ سکھر بھجوانے میں کیا مصلحت تھی؟

آقائے آیت اللہ روح اللہ خمینی سے فارا لیسٹرن اکنامک کے نمائندے کا انٹرویو

ایران کو تمام جارحانہ فوجی معاہدوں سے الگ ہو جانا چاہیئے

ہماری جدوجہد میں روس کے ملوث ہونیکا کوئی ثبوت نہیں

سوال :- کیا آپ اس بات کے حامی ہیں کہ غیر ملکی کمپنیوں کا موجودہ کنسورشیم ایران کی اس کی تیل کی صنعت کے سلسلے میں مدد کرے ؟

جواب :- تیل کی کمپنیوں کے موجودہ کنسورشیم کے ساتھ معاہدہ اور شاہ کے ساتھ مختلف مراحل پہ ہونے والے سمجھوتے پہ، مثلاً معاہدوں کے مندرجات پر عوام کی حقیقی نمائندہ پارلیمان میں کبھی بھی کھلے عام تبادلۂ خیال نہیں ہوا اور اسے تائید حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس کے برعکس ان پر خفیہ اور غیر قانونی طور پہ دستخط کئے گئے ہیں۔ اس لئے عوام کی منتخب کردہ حکومت ان کے تمام مندرجات پہ نظر ثانی کرے گی اور ہمارے عوام کے قومی مفادات اور حاکمیت کی بنیاد پر فیصلہ کرے گی۔

سوال :- تیل کی ٹیکنالوجی میں مناسب ایرانی ماہرین کی کمی کے مفروضے کے پیش نظر اگر غیر ملکیوں کے خلاف عناد جاری رہا تو ایران کی تیل کی صنعت کس طرح قائم رہ سکے گی ؟

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم با صلاحیت ایرانی ماہرین کی کمی کا شکار نہیں ہیں۔ ہمارے ہاں انسانی صلاحیت وافر ہے۔ شاہ کی حکومت ان کی خدمات کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ ان ایرانی ماہرین میں سے بہت سے غیر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ہمارا موقف یہ ہے کہ عوام بیرونی طاقتوں کے خلاف ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شاہ کی حمایت کر رہی ہیں اور شاہ کے آمرانہ اور انسان دشمن پروگرام میں شامل ہیں۔ شاہ کی تخت سے دستبرداری اور ہمارے ملک کی تیل کی صنعت میں غیر ملکی اثر و نفوذ کے خاتمے کے بعد وہ غیر ملکی جو ایران دشمن پروگراموں میں شامل نہیں ہیں یا انہیں تحریک نہیں پایا جائے گا، ایران میں بدستور کام کر سکتے ہیں۔

سوال :- آپ کے خیال میں ایران کو امریکہ سے کس نوعیت کے تعلقات رکھنے چاہئیں ؟

جواب :- امریکہ اور دوسری غیر ملکی طاقتوں سے تعلقات صرف باہمی عزت و تکریم اور آزادی اور طاقت کے منفی توازن کی بنیادوں پر قابل قبول ہوں گے۔ طاقت کے منفی توازن سے مراد یہ ہے کہ برطانیہ، روس یا امریکہ کسی طاقت کو مراعات نہ دی جائیں۔ اگر امریکہ ایران میں اپنی موجودہ پالیسی جاری رکھنا چاہتا ہے تو عوام اسے قبول نہیں کریں گے۔ یہ یقینی بات ہے۔

سوال :- آپ خلیج فارس کی ریاستوں کے تحفظ اور استحکام کی ضمانت کی کیسے توقع رکھ سکتے ہیں جو کہ ایران کے اپنے تحفظ کے لئے ناگزیر ہے ؟

جواب :- ایران اور اس علاقے میں ہر جگہ حقیقی تحفظ اور استحکام اسی صورت میں پیدا کیا جا سکتا ہے کہ ایران اور اس کے ساتھ سارے علاقے کے عوام اپنے ملک کی صحیح معنوں میں آزادی حاصل کر لیں۔ شاہ کی موجودہ بدعنوان، نااہل اور مجرم حکومت جو ملک کو مکمل دیوالیہ پن کی طرف لے جا رہی ہے۔ ملک اور علاقے میں عدم استحکام، تزلزل اور عدم تحفظ کا سب سے بڑا سبب ہے۔

سوال :- کیا ایران کو اس کے فوجی معاہدوں سے الگ ہو جانا چاہیئے ؟

جواب :- ایران کو ان تمام جارحانہ فوجی معاہدوں سے الگ ہو جانا چاہیئے جن کے باعث ہمارا ملک غیر ملکی فوجی مہمات کا ایک طرح سے زیردست بن کر رہ گیا ہے۔

سوال :- کیا آپ ایک اسلامی ریاست کے بارے میں اپنے تصور کا واضح خاکہ پیش کر سکتے ہیں ؟

جواب :- اسلامی جمہوریہ کسی دوسری جمہوریہ کی طرح عوام کی رائے دہندگی کی بنیاد پہ قائم ایک جمہوری حکومت ہوتی ہے۔ دوسری طرف، چونکہ ہمارے عوام مسلمان ہیں اور ہماری تحریک اسلامی ہے، اس لئے ایک ایسی جمہوریہ کا آئین اسلامی نظریہ کی اساس پہ ہوگا۔

سوال :- کیا ایک ایسی جمہوریہ میں نجی کاروبار اور غیر ملکی سرمایہ کاری کی کوئی گنجائش ہوگی ؟

جواب :- مستقبل کی اسلامی جمہوریہ میں نجی کاروبار اور غیر ملکی سرمایہ کاروں کی سرگرمیاں صرف اسی حد تک ممکن ہو سکیں گی کہ ان سے ہمارے عوام کے مفادات پہ زد نہ پڑے۔

سوال :- کیا آپ اسلام کے چند اصولوں مثلاً سود خوری پر پابندی اور جدید بنکاری کے نظام میں تصادم محسوس کرتے ہیں ؟

جواب :- موجودہ بنکاری نظام سود کے سوا ایک اسلامی جمہوریہ میں جاری رہ سکتا ہے اور قطعی قابل عمل ہے ہم ایک ایسا ہی منصوبہ (جدید بنکاری نظام) وضع کر کے نافذ کریں گے۔

سوال :- شاہ کی مخالفت ان طاقتوں کا مرکب ہے جن میں کمیونسٹ اور مارکسزم کی دوسری قسموں کے علاوہ بائیں بازو والے شامل ہیں جو اسلام کے اصولوں پر یقین نہیں رکھتے آپ ان گروپوں سے کس طرح نمٹیں گے جو بالآخر آپ کے خلاف صف آرا ہو جائیں گے ؟

جواب :- مارکسیوں — اسلامی مارکسیوں — کی طاقت میں مبالغہ آرائی شاہ اور اس کے حواریوں کا پروپیگنڈہ ہے تاکہ ایران میں اور اس کے ساتھ ہی بیرون ملک، اسلامی تحریک کے بارے میں رائے عامہ اور عوام کے فیصلے کو کمزور کر دیا جائے۔ ہمارے عوام کی اکثریت مسلمان ہے۔ ایرانیوں کی موجودہ عظیم تحریک اسلامی ہے۔ یہ فرض کرتے ہوئے کہ چند شہری کاری دانشور تحریک کی مخالفت کر رہے ہیں وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ وہ ہمارے خلاف ہیں لیکن ہمیں ان سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔

سوال :- سوویت یونین کی طرف سے کتنا دباؤ ہے ؟

جواب :- روسی، دوسری بڑی طاقتوں کی طرح شاہ کی حکومت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس کی حمایت کر رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا ہے ہماری تحریک سو فی صد اسلامی ہے۔ اگر ایران میں اسلامی تحریک کامیاب ہو جاتی ہے تو روسیوں کو اپنے لئے کوئی روشن مستقبل نظر نہیں آتا ہے۔ ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے نشاندہی ہوتی ہو کہ موجودہ جدوجہد میں [illegible]

لندن میں
الفتح مطبوعات
کے نمائندہ خصوصی
برائے یورپ
طارق فاروق
کا کھر سے
انٹرویو

دُنیا بھر کے سربراہان مملکت نے ہمیں یقین دلایا ہے' کھر

پاکستان کی سیاست میں گزشتہ چھ سات سال کی مدت میں جو نشیب و فراز آتے رہے اس میں مصطفےٰ کھر کی شخصیت بھی ابھرتی ڈوبتی رہی ہے۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کے چیرمین جناب بھٹو کے دست راست اور جانشین بننے کے تقاضے بھی پورے کئے اور کبھی اختلافات ہوتے تو پنجاب کے حقوق اور غیرت کے حوالے سے زور دار بڑکیں مار کر بھٹو کو چیلنج بھی کیا۔ ۵ جولائی کے بعد اندرون ملک جو سیاسی تغیر رونما ہوا اس میں انہوں نے پاکستان میں رہ کر حالات سے نبرد آزما ہونے کی بجائے بیرون ملک بھٹو بچاؤ اور جمہوری حقوق کی بحالی کی جدوجہد میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ ہر شخص کو اپنا محاذ منتخب کرنے کا حق ہوتا ہے۔ کھر ان دنوں لندن میں مقیم ہیں، وہیں ہمارے نمائندۂ خصوصی نے ان کا انٹرویو لیا جو پیشِ خدمت ہے۔

لندن میں میری پیپلز پارٹی کے رہنما جناب مصطفےٰ کھر سے ملاقات ہوئی جس میں پاکستانی سیاست کے مستقبل مسٹر بھٹو کی شخصیت پاکستان کے حالات اور عالمی سیاست پر تفصیلی بات چیت ہوئی۔

مصطفےٰ کھر نے پاکستان کی موجودہ صورتحال کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ موجودہ صورتحال اتنی سنگین ہے کہ پاکستانی تاریخ میں آج تک نہ تو ایسی صورتحال پیدا ہوئی اور نہ ہی پاکستان کی سالمیت کو ایسے خطرات لاحق تھے انہوں نے کہا کہ پچھلے ۳۰ سال سے ہمیں ایک مسئلہ کو تو طے کر لینا چاہیئے تھا کہ پاکستان قائم ہے اور رہے گا مگر صورتحال نے کچھ اس طرح جنم لیا کہ کبھی بھی استحکام پاکستان کو اہمیت نہ دی گئی۔ میرا دعویٰ ہے کہ اگر موجودہ حکمران اسی طرح غیر دانشمندانہ عمل کرتے رہے تو بقیہ پاکستان میں بھی شگاف پڑ سکتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی غیر سیاسی حکومت برسر اقتدار آئی تو اس نے سیاستدانوں پر بُرے حالات کی ساری ذمہ داری ڈالی اور اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے ہر چیز کو داؤ پر لگا دیا انہوں نے کہا کہ غلطیاں ہر کسی سے ہو سکتی ہیں غلطیاں ہم سے بھی ہوئیں ہم انسان ہیں مگر جس قسم کا نظام اس وقت پاکستان میں چل رہا ہے اس نے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے۔ انہوں نے پچھلی تاریخ کو دہراتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی تباہی اور علیحدگی کے اصل ذمہ دار فوجی حکمران تھے اس کے بیج صدر ایوب کے دور میں بوئے گئے اور پھر سقوط مشرقی پاکستان کا المیہ رونما ہوا تو اپوزیشن نے اس کی تمام تر ذمہ داری مسٹر ذوالفقار علی بھٹو پر ڈال دی پھر حمود الرحمان کمیشن رپورٹ لکھی گئی تو اپوزیشن کے نام نہاد رہنماؤں نے اس کے شائع کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس خیال میں کہ شاید یہ بھٹو کو علیحدگی کا ذمہ دار ثابت کرنے میں مدد دے گی مگر صورتحال یہ نہ تھی میں نے بھی یہ رپورٹ پڑھی جو کہ ایک کتابی صورت میں تھی مگر اس کے شائع ہونے سے جو نقصان ملک کو پہنچ سکتے تھے ان کے درپیش ہم نے اسے شائع نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اپوزیشن کا یہ مطالبہ کو تسلیم نہ کیا۔ مارچ ۷۷ میں ہر جلسہ میں اس مطالبے کو دہرایا گیا۔ مسٹر کھر نے کہا کہ آج تو فوجی حکمرانوں کے علاوہ ان کی اپنی حکومت ہے۔ یہ کتاب اب ان کے

میں نے جنرل چشتی سے کہا تھا "ہم کسی سے بھی انتقام نہیں لیں گے"

ہاتھ میں ہے اب یہ کیوں عوام کے مفاد کی خاطر اس کو شائع نہیں کرتے یا اپنے کیئے ہوئے مطالبے کو کیوں پورا نہیں کرتے کیونکہ اس رپورٹ کو پڑھنے کے بعد ان کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور آج تک یہ مسٹر بھٹو کے خلاف علیحدگی کے الزام کی حمایت میں کوئی دستاویز نہیں پیش کر سکے کیونکہ ایسی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

مسٹر کھر نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ صدر یحییٰ
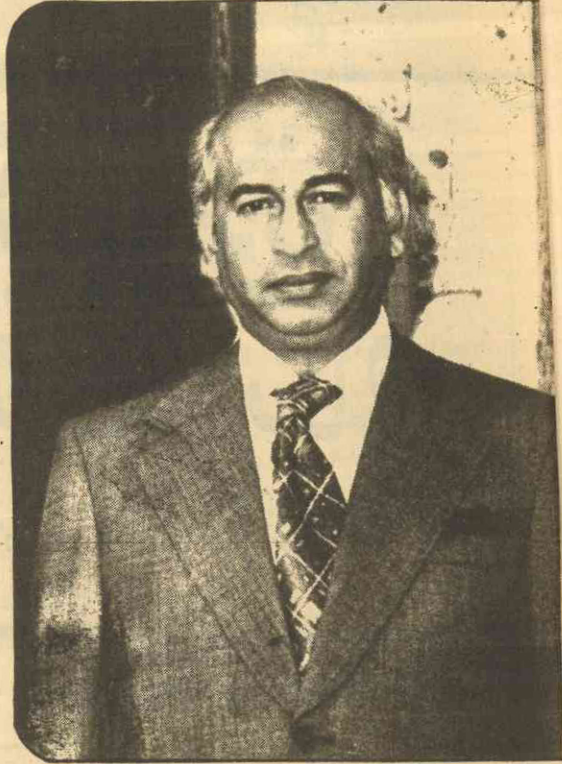
صدر ایوب کے علاوہ موجودہ حکمرانوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں انہوں نے ان فوجی حکمرانوں کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ صدر یحییٰ مجھے موجودہ حکمران کی نسبت ارسطو لگتے ہیں کیونکہ آج تک یہ لوگ کوئی جامع پروگرام پیش نہیں کر سکے آج کوئی مشورہ دیتا ہے تو کل کے دیئے گئے احکامات منسوخ کر کے نئے احکامات جاری کر دیئے جاتے ہیں کوئی واضح پروگرام نہیں۔ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ کل کیا ہو گا۔ انہوں نے اپنے آپ کو حالات کے حوالے کر دیا ہے اور حالات کو اپنے ساتھ لے کر چلنے کی بجائے خود حالات کے ساتھ چل رہے ہیں انہیں بھٹو کی صورت میں اپنی موت نظر آتی ہے وہ ہر ممکن کوشش میں ہیں کہ اسے ختم کر دیا جائے انہوں نے کہا کہ بھٹو کو ختم کرنے کے لئے اس وقت مختلف تجاویز زیر غور ہیں۔

یعنی موجودہ حکام کی یہ بدحواسیاں اور انتقامی حملے ان کی شکست کو ظاہر کرتے ہیں یہ ان کی ناکامی ہے انہوں نے کہا کہ بھٹو کو ختم کرنے کی بھی کوشش کا خمیازہ فوجی حکام کو اور حکومت میں شامل افراد کو بھگتنا ہو گا عوام کسی بھی صورت میں یہ برداشت نہیں کریں گے انہوں نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں کی بے عقلی کی وجہ سے بھی مسٹر بھٹو پاکستان کے واحد لیڈر کی صورت میں ابھرے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں مسٹر بھٹو کے ساتھ اس وقت سے ہوں جب ان کے دماغ میں ایک پارٹی بنانے کا خیال آیا تھا اور میرا تجزیہ یہ ہے کہ اس وقت جس قدر مسٹر بھٹو کی مقبولیت ہے اس قدر انہیں پہلے نصیب نہ ہوئی اب بھٹو مسائل کے خاتمہ کا سمبل بن چکے ہیں۔

مسٹر کھر نے کہا کہ بھٹو کو سیاسی طور پر ختم کرنے کا سیدھا سادہ طریقہ ہے کہ ریفرنڈم کروا لیا جائے یعنی غیر جانبدارانہ الیکشن اور مسٹر بھٹو کی شکست کے بعد یہ لوگ بہت ہی آرام سے حکومت کر سکیں گے۔ ہم عوام کے فیصلہ کی قدر کرینگے۔ اگر شکست ہمارا مقدر ہے تو ہم اگلے پانچسال کے لیے یہ فیصلہ قبول کریں گے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یہ لوگ سمجھتے تھے کہ بھٹو ختم ہو چکا ہے اس لیے غیر جانبدارانہ الیکشن کے نام پر اقتدار پر قبضہ کیا جا سکتا ہے چنانچہ انہوں نے ویسے ہی کیا اس دوران قومی اتحاد کے پروپیگنڈے نے صنعت کاروں، سرمایہ داروں کے علاوہ مڈل کلاس کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ مڈل کلاس کے لوگوں کو گمراہ کر دیا گیا تھا کاٹن جننگ اور رائس کی فیکٹریوں کے بعد اب انکی دوسری املاک کو بھی ضبط کر لیا جائے گا۔ چنانچہ شہری حلقوں میں لوگ بھٹو کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تحریک چلی اسی دوران پیپلز پارٹی کے کارکنوں پر اعتماد نہ کیا گیا۔ بلکہ بیوروکریسی اور پولیس پر۔ مگر جب میرا تقرر خصوصی مشیر کے طور پر ہوا تو میں نے چند دنوں میں ہی ثابت کر دیا کہ پیپلز پارٹی ختم نہیں ہوئی اس کے کارکنوں کے حوصلے ابھی بلند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت دو قسم کے کارکن پارٹی میں تھے۔ مخلص، اور چمچے یا جی حضوری، مخلص کارکنوں کی کسی قسم کی رہنمائی نہ کی گئی اور وہ خاموش ہو کر گھر بیٹھ گئے جبکہ جی حضوری لوگ مختصر عرصہ میں دولت اکھٹی کرنے میں مصروف ہو گئے۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ کارکنوں پر بھروسہ کیا اس سلسلے میں میرے کردار پر بہت تنقید کی گئی اب تک مجھ پر غلط قسم کے الزامات لگائے جاتے رہے ہیں لیکن میرا اب بھی دعویٰ ہے کہ اگر اس وقت میری پنجاب پر حکمرانی ہوتی تو پنجاب میں یہ تحریک کبھی نہ چلتی۔ بلکہ شروع سے ہی اپنی موت آپ مر جاتی۔ اس تحریک کا مقابلہ انتظامی کی بجائے سیاسی طور پر کیا جاتا۔ لیکن اس وقت کے پنجابی حکمران عوام سے کٹ چکے تھے وہ سیاسی فیصلے کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے تھے چنانچہ انہی کی وجہ سے یہ تحریک اپنے عروج پر پہنچی انہوں نے اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ بھٹو کی معزولی کے بعد ان لوگوں نے الیکشن کروانے کا وعدہ کیا مسٹر بھٹو اسی لاہور میں آئے جہاں بقول اپوزیشن ان کے نام کو سننے کا کوئی روادار نہ تھا مسٹر بھٹو نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے خیر مقدم کا سامنا کیا میں خود بھٹو کی جیپ چلا رہا تھا لاہور میں اجتماع بھٹو کی مقبولیت کی آخری حدود کو ظاہر کر رہا تھا۔

مسٹر کھر نے پارٹی کے پروگرام کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پیپلز پارٹی سوشلسٹ معیشت پر اب بھی یقین رکھتی ہے اور میں ذاتی طور پر اس بات

میں پنجاب کا حاکم ہوتا تو بھٹو کے خلاف تحریک نہ چلتی

کا حامی ہوں کہ سوشلزم ہی پاکستان کے تمام مسائل کا حل ہے اور پاکستان کی بقاء کے لیئے سوشلسٹ معاشرہ ازحد ضروری ہے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی مسائل کو حل کرنے کے نعرہ پر برسرِ اقتدار آئی تھی۔ مگر پارٹی بیوروکریسی اور غیر سیاسی افراد کے برسرِ اقتدار آنے پر عوام سے کٹ گئی تھی۔ اور کسی حد تک اپنے پروگرام کو بھول گئی تھی۔ چنانچہ اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پیپلز پارٹی کی مقبولیت میں مسٹر بھٹو اور پارٹی کے پروگرام دونوں کا ہی اثر ہے مگر کسی خاص فیصد کا تعین کرنا بہت مشکل ہے۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان میں شخصیات کو بہت ترجیح دی جاتی ہے انہوں نے کہا کہ اس قسم کے پروگرام کا بھٹو سے پہلے میاں افتخار الدین دوسرے رہنماؤں نے بھی اعلان کیا تھا وہ بھی سوشلسٹ معیشت پر یقین رکھتے تھے مگر عوام نے بھٹو پر اعتماد کیا اس کی ہر بات پر یقین کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بھٹو جیسا ذہین شخص اس سے پہلے پاکستانی سیاست میں نہیں آیا تھا۔ قائداعظم کے بعد وہ ہی پہلے شخص ہیں جن پر عوام نے اس قدر اعتماد کیا ورنہ اقتدار سے علیحدگی کے بعد عوام لیڈروں کو جوتے دکھاتے ہیں مگر بھٹو کو آنکھوں پر بٹھایا گیا۔

اس سوال کے جواب میں کہ پیپلز پارٹی اپنے پروگرام کے لحاظ سے سوشل ڈیموکریٹ پارٹی ہے اور واقعات بتلاتے ہیں کہ پارٹی کی آہستہ آہستہ پروگرام نافذ کرنے کی پالیسی آخر کار اس کے پروگرام کو لے کر ڈوبی ہے اور وہ پھر بیوروکریٹ کے ہاتھ چڑھ گئی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ پارٹی سوشلسٹ پروگرام فوری طور پر نافذ کر دیا جائے؟ مسٹر کھر نے کہا کہ پاکستان کی اپنی ایک تاریخ ہے جہاں پر آج تک خون خرابہ سے اجتناب کیا جاتا ہے چنانچہ ہم ہر اس ممکن طریقہ کو اختیار کریں گے جس سے پارٹی کا سوشلسٹ پروگرام بغیر کسی خون خرابے کے نافذ ہو جائے اور اس کے لئے اس وقت کچھ کہنا مشکل ہے یہ حالات پر منحصر ہے۔

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ فوجی حکمرانوں کے ایک نمائندہ جنرل چشتی سے میری ملاقات یہاں پر ہوئی جس میں میں نے انہیں یقین دلایا کہ ہم اقتدار میں آ کر کسی قسم کے انتقام سے گریز کریں گے انہوں نے کہا کہ موجودہ صورتِ حال میں اس قدر مسائل ہیں کہ ہم انتقام لینے کے انداز میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم سیاسی آدمی ہیں۔ اور سیاستدان کبھی بھی اپنے مستقبل کو بھول نہیں سکتے انہوں نے کہا کہ انتقام تو اب لیا جا رہا ہے کیونکہ آپ لوگ سیاسی نہیں ہیں میں نے ان پر واضح کیا کہ اس وقت پاکستان کا مسئلہ آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس کا کوئی حل آپ کے پاس نہیں ہے صرف ایک حل ہے۔ وہ ہے عوام کو اپنے نمائندے آپ چننے کا موقع دینا اور فوجی حکام کی طرف سے کوئی بھی حل عوام کے لئے قابلِ قبول نہ ہو گا۔

انہوں نے کہا کہ موجودہ صورتِ حال نے کچھ اس طرح جنم لیا ہے کہ بھٹو اور پاکستان کا مستقبل ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔ بھٹو اب بھی بڑے لیڈر ہیں اور ان کی لیڈر شپ کی خصوصیات سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ بھٹو کو سیاسی طور پر پاکستان کی تاریخ سے کبھی بھی ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت پہیہ جام ہے وقت رکا ہوا ہے سیاستدان صرف ایک چیز کا انتظار کر رہے ہیں فیصلہ — کیا ہو گا ابھی کہنا مشکل ہے مگر جو بھی ہوا اپنے گہرے اثرات تاریخ پر چھوڑے گا۔

انہوں نے بھٹو کی رہائی کی عالمی تحریک کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا ہم اس وقت دنیا کے تقریباً ہر ایک سربراہ ملک سے مل چکے ہیں ان کے نام لینا اس وقت قبل از وقت ہے اور ہم فیصلہ کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ اس کے بعد ان تمام سربراہان مملکت کے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کا شکریہ ادا کر سکیں۔ تمام دنیا کو بھٹو کے مسئلہ پر بتایا جا چکا ہے انہیں بتایا گیا کہ ہم صرف بھٹو کے لئے نہیں بلکہ پاکستان کے مستقبل کو بچانے کیلئے آئے ہیں۔ اس وقت بھٹو کی نہیں پاکستان کی سالمیت کو خطرہ ہے اور آپ اگر پاکستان سے ہمدردی رکھتے ہیں تو آگے بڑھیں اور ہم اس وقت اپنی تمام کوششوں سے پُرامید ہیں۔ مسٹر کھر نے کہا کہ ۲۰ دسمبر کو سفارت خانہ کے سامنے ہونے والا مظاہرہ لندن کی تاریخ کا ایک یادگار مظاہرہ ہو گا جس کے لئے میں نے اور مرتضیٰ بھٹو نے تمام انگلینڈ کا دورہ کیا ہے اور یہ مظاہرہ بیرونِ ملک پاکستانیوں کے جذبات کا موثر ترجمان ہو گا۔ ■

قومی اجرتی ڈھانچے کی تشکیل ضروری ہے

معاشی جمہوریت کا حصول اب بھی بہت دُور کی بات محسوس ہوتی ہے

جو برسرِ اقتدار ہیں وہ وعدہ وفا کرنا نہیں چاہتے

پنجسالہ منصوبوں کی رائے

پہلے پنجسالہ منصوبے میں کہا گیا "مزدور مسئلوں کی طرف رویے کا انحصار ان ملحوظات پر ہے جو ایک طرف تو محنت کش طبقے کی فلاح و بہبود کی ضروریات سے منسلک ہیں تو دوسری طرف ملک کے اقتصادی استحکام اور ترقی میں اس کے ناگزیر حصے سے منسلک ہیں" پلان میں مزید کہا گیا ہے کہ "اجرتوں کے ضمن میں اس موقع پر اوپر لے جانے کی طرف کوئی اقدام ملک کے اقتصادی استحکام کو مزید خطرے میں ڈال دے گا۔ اگر اس کا اظہار مصارفِ پیداوار میں ہو اور نتیجتہً پیداوار کی قیمتیں بڑھ جائیں۔ مزدوروں کے لئے ایسے فوائد سراب ثابت ہوں گے کیونکہ امکان یہی ہے کہ یہ قیمتوں کے معیار میں عمومی اضافے سے جلد منسوخ ہو جائیں گے اور طویل مدت میں ملازمتوں کی تعداد پر منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ اجرتوں میں اس طرح کے اضافے سے گریز کرنا چاہیئے۔ مزدوروں سے اس طریقے سے تعاون کی صرف اس صورت میں توقع کی جا سکتی ہے کہ منافع کی تقسیم پر پابندیاں عائد کی جائیں۔"

دوسرے پنجسالہ منصوبے میں کہا گیا " ایک ایسی لیبر پالیسی کا وضع کرنا ضروری ہے جو صنعتی ترقی میں مزدوروں کے منصفانہ حصے کی ضمانت دے۔ نسبتاً کم اجرتی ڈھانچوں والے علاقے دوسری جگہوں پہ اجرتوں کے اضافے میں اسی طرح رکاوٹ بنتے ہیں جس طرح بے روزگاری کا پھیلاؤ "

انٹرنیشنل کنفیڈریشن آف فری ٹریڈ یونینز کے کردار سے وہ تمام لوگ واقف ہیں جو بین الاقوامی تعلقات اور عالمی سامراجی حکمتِ عملی سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھتے ہیں اور یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اِس ادارے کو امریکہ کے جاسوسی ادارے سی آئی اے کی مکمل سرپرستی اور تعاون حاصل ہے اس ادارے نے دنیا کے مختلف خطوں میں الگ الگ جال پھیلا رکھے ہیں اِسی طرح کا ایک جال اس کی ایشائی خطے کے لیے علاقائی تنظیم ہے یہ تنظیم "ایشین لیبر" کے نام سے ایک رسالہ شائع کرتی ہے اِس رسالے نے اعلان کیا ہے کہ وہ اُجرت آمدنی اور قیمتوں پر ایک سلسلۂ مضامین شروع کر رہا ہے رسالے نے اس کی ابتداء ہندوستان سے کی ہے جہاں اِس موضوع پر عام بحث جاری ہے اور توقع ہے کہ ہندوستانی حکومت عنقریب اپنی پالیسی کا اعلان کرے گی۔

اِس موضوع کی اہمیت جتلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم یہ مضمون اِس غرض سے پیش کر رہے ہیں کہ ہمارے ملک کے ٹریڈ یونین کارکن اور اقتصادیات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اپنے ملک کے بارے میں بھی عوام کو حقائق سے روشناس کرائیں اگر ہماری یہ دعوت قبول ہوئی تو ہم حتی المقدور اپنے صفحات اِس اہم موضوع کیلئے وقف کریں گے۔

(ادارہ)

تیسرے پنجسالہ منصوبے میں کہا گیا" فیئر ویجز کمیٹی (منصفانہ اجرتوں کے لئے کمیٹی) کی رپورٹ میں اجرتوں کے تعین کے چند موٹے موٹے اصول بتائے گئے ہیں۔ فریقین کے اتفاق رائے سے انڈین لیبر کانفرنس نے اجرتوں کے تنازعات کے تصفیے کے لئے ضرورت کی بنیاد پر کم از کم اجرت کے مواد کی نشاندہی کی تھی"۔

چوتھے پنجسالہ منصوبے میں کہا گیا ہے" موجودہ اقتصادی صورتحال اور اس کے ساتھ ساتھ منصوبہ بند ترقی کی ضروریات تقاضہ کرتی ہیں کہ قیمتوں، سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کی اجرتوں، دوسری آمدنیوں اور خاص طور پر منافع اور ڈیویڈنڈ پر غور و خوض میں سامنے آنے والے مختلف مسائل کی طرف ایک احتیاط سے غور کردہ اور وسیع البنیاد متفقہ رویہ اپنایا جائے"۔

پانچویں پنجسالہ منصوبے کی تعارفی دستاویز میں کہا گیا ہے" سرکاری اور نجی دونوں شعبوں کے لئے ایک مساویانہ قومی اجرتی ڈھانچہ وضع کیا جانا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لئے جو جائیداد اور کاروبار سے آمدنیاں حاصل کرتے ہیں باضابطہ نظم و ضبط کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ قیمتوں۔ اجرتوں۔ آمدنیوں کی پالیسیوں کا بحیثیت ایک مستقل اکائی جائزہ لیا گیا ہے جو ترقی، استحکام اور سماجی انصاف کے ماتحت ہو۔ جیسا کہ سوشلسٹ طرز پر ترقی کا تقاضہ ہے۔

آمدنیوں کے بارے میں پالیسی

قیمتوں کے استحکام کو برقرار رکھنے اور سرکاری شعبے میں سرمایہ کاری کے لئے وسائل کو متحرک کرنے کی ضرورت کے سیاق و سباق میں آمدنیوں کے بارے میں ایک قومی پالیسی کی ضرورت ہے۔ ایسی پالیسی کو اجرتوں، منافعوں، جائیدادوں سے آمدنیوں اور خود اپنے لئے کام کرنے والوں کی آمدنیوں کا احاطہ کرنا چاہیئے۔ دو باتوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا کہ صاحب جائیداد لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ کرنے یا ملازمت پیشہ لوگوں کی آمدنیوں میں اضافہ کرنے کے لئے وسائل کو استعمال کیا جائے تاکہ بے روزگاری میں کمی ہو۔ عدم مساوات کے ایک قابل قبول تناسب کے حصول کیلئے رہنما خطوط طے کرنے کے لئے بھی قومی آمدنیوں کے بارے میں ایک پالیسی کی ضرورت ہے حکومت نے اس مسئلے کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔

آمدنیوں کی پالیسی طے کرتے وقت کم از کم اجرت کے قانون کو غیر منظم شعبے تک وسعت دینے کے امکان کے بارے میں غور کیا جا سکتا ہے مگر اسے ملازمتوں میں اضافے کی ضمانت کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیئے۔ پیشوں، تجارت اور کاروبار سے ہونی والی آمدنیوں کے سلسلے میں کمپنی کے کھاتے میں اخراجات پر پابندی عائد کر کے اور تنخواہوں کی حد مقرر کر کے از سرِ نو تقسیم کو نافذ کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات بخوبی واضح ہے کہ از سرِ نو تقسیم کے لئے کوئی ایک اکسیر نسخہ نہیں ہے لیکن اگر منصوبے کے مختلف حصوں میں تجویز کردہ پالیسیوں کے پیچیدہ مجموعے پر از سرِ نو تقسیم کے مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے مربوط کوشش کی جائیں تو بے روزگاری کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ غربت کے واقعات میں کافی حد تک کمی ہو سکتی ہے اور آمدنیوں کی تقسیم میں عدم مساوات اور غربت کے اشاریئے اگلی دہائی میں نیچے لائے جا سکتے ہیں۔

۱۹۷۸-۸۳ء کے پنجسالہ منصوبے کے مسودے میں کہا گیا ہے" چونکہ اجرتیں اور ان سے متعلق سوالات صنعتی تنازعات کی سب سے زیادہ تعداد کی بنیاد بنتے ہیں اجرتوں، آمدنیوں اور قیمتوں کی ایک مربوط پالیسی کی ضرورت کو تسلیم کیا گیا ہے اور ایسی پالیسی جلد مرتب کی جائے جو عبوری طور پر مختلف شعبوں میں اجرتوں میں، اس کے ساتھ ساتھ اجرتوں اور دوسری آمدنیوں میں عدم مساوات میں کمی کی غرض سے کئے جانے والے اقدامات کی نشاندہی کرے گی۔

انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس کے خیالات

انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس کی ورکنگ کمیٹی نے بمبئی میں ۴ جون ۱۹۸۰ء کو ہونے والے اپنے اجلاس میں مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی:۔

"گو کہ آزادی حاصل کرنے کے فوری بعد ہم نے سیاسی جمہوریت حاصل کر لی تھی، مگر معاشی جمہوریت کا حصول اب بھی بہت دور کی بات محسوس ہوتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان وقت کا بہت بڑا فاصلہ ہمارے سماج کے موجودہ طور طریقوں پر تباہ کن اثر ڈالے گا اور عام آدمی کو ہماری سیاسی جمہوریت کو اس کے معنی اور مفہوم سے محروم کر دے گا۔

"معاشی جمہوریت کے حصول کے طریقوں میں سے ایک طریقہ آمدنیوں، قیمتوں اور اجرتوں کے بارے میں ایک قومی پالیسی ہو سکتا ہے۔ یہ تینوں ایک ہی معاشی مسئلے کے پہلو ہیں اس لئے ان تین مسئلوں میں سے کسی ایک کا جداگانہ حل تلاش کرنے کی کوشش مشکل ہوگی۔ اس کے باوجود ہمارے ملک میں آمدنیوں کے بارے میں ایک مضبوط قومی پالیسی وضع کر کے کام کی ابتداء کی جا سکتی ہے۔

پیدائشی نقائص

"اجرتوں، قیمتوں اور آمدنیوں کے بارے میں ایک قومی پالیسی کی سفارش کرنے کے لئے بھوتھالنگم کی چیئرمین شپ میں "اسٹڈی گروپ"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے قیام میں چند پیدائشی نقائص موجود تھے۔ کمیٹی کی ترتیب بذاتِ خود قطعاً غیر اطمینان بخش تھی، اس کا جو دائرہ کار تجویز کیا گیا تھا موزوں نہیں تھا اور اس پیچیدہ مسئلے سے نمٹنے کے لئے جتنا وقت دیا گیا تھا قطعی ناکافی تھا۔

حکومت جہاں ایک طرف شرکتی انتظامیہ کی بات کرتی ہے وہاں اس نے اجرتوں، آمدنیوں اور قیمتوں کے بارے میں ایک قومی پالیسی وضع کرنے کے لئے مزدوروں کی مؤثر نمائندگی کے بغیر کمیٹی قائم کی ہے۔ اس لئے ملک کی ٹریڈ یونین تحریک نے گروپ کی ساخت کی نوعیت کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ پھر کمیٹی کے دائرہ کار کا تعین غیر اطمینان بخش تھا اور جتنا وقت اسے دیا گیا تھا وہ قطعاً ناکافی تھا جب ان نقائص کی طرف حکومت کی توجہ دلائی گئی تو حسبِ معمول اس نے اسے وقار کا مسئلہ بنا لیا اور ان بنیادی خامیوں کو دور کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا اس لئے ان تمام ٹریڈ یونینوں نے، جن کی قیادت انڈین نیشنل ٹریڈ یونین کانگریس کرتی ہے، اس کمیٹی کا بائیکاٹ کیا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ کمیٹی کی سفارشات سطحی، سرسری غیر متوازن، مزدور دشمن، غیر حقیقت پسندانہ اور ناقابلِ عمل ہوں گی۔

حکومت کے بعض ترجمانوں نے یہ دلیل پیش کی کہ یہ صرف ایک اسٹڈی گروپ ہے کوئی کمیٹی نہیں ہے اور یہ کہ اس کی رپورٹ ملک کی ٹریڈ یونین تحریک کے سامنے پیش کی جائے گی تاکہ قومی سطح پر بحث ہو سکے لیکن یہ گھوڑے کے آگے گاڑی باندھنا تھا اور ٹریڈ یونین تحریک نے اس گروپ کا بائیکاٹ جاری رکھا۔

اسٹڈی گروپ نے خود اپنی رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ:

اس نوعیت کے پیچیدہ مطالعے کے لئے، اگر اسے کافی گہرائی تک لے جایا جائے تو چند سال درکار ہوں گے۔ ہم سے کہا گیا تھا کہ ہم ۶ ماہ کے اندر اپنا کام مکمل کر کے سفارشات پیش کریں۔ اس لئے ہم نے اپنے دائرہ کار سے یہ مطلب اخذ کیا کہ ہم سے جس بات کی توقع کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہم تفویض کئے گئے فرض کا جتنا حصہ ۶ ماہ میں مکمل کر سکیں کر دیں۔ ہم نے صرف یہی کرنے کی کوشش کی ہے،

بنا بریں خود گروپ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ موضوع کے ساتھ پورا انصاف نہیں کر سکا ہے۔

بونس

مزدوروں نے محسوس کیا کہ گروپ اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ کارگزاری دکھائے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے جنتا پارٹی نے اپنے الیکشن مینی فیسٹو میں بونس کے غیر ادا شدہ اجرت ہونے کے تصور کو واضح طور پر تسلیم کیا تھا۔ شاید یہ سوچ کر کہ اس طرح اس وقت کی حکمران جماعت کو پریشان کیا جائے کیونکہ جنتا پارٹی سوچ نہیں رہی تھی کہ وہ اقتدار میں آ جائے گی۔ بہرحال جنتا پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد ــ حالانکہ اقتدار میں آنا خود پارٹی کے لئے حیران کن تھا، پارٹی کے کئی لیڈروں نے اس بارے میں ووٹروں سے کئے گئے وعدوں سے روگردانی کی کوشش کی لیکن یہ دیکھتے ہوئے کہ ٹریڈ یونین تحریک ایسی کسی روگردانی کی اجازت نہیں دے گی، حکومت نے نیم دلی کے ساتھ ایک قانون بنایا جس میں بونس کے غیر ادا شدہ اجرت ہونے کے تصور کو قبول کیا گیا جس کے نتیجے میں صرف ایک سال کے لئے یعنی ۱۹۷۶ء میں کسی بھی دن سے شروع ہونے والے مالی سال کے لئے کم از کم ۸٫۳۳ فی صد بونس کی ادائیگی کی ضمانت دی گئی۔

یہ بات ظاہر ہے کہ بونس ۱۹۷۶ء کے لئے غیر ادا شدہ اجرت اور ۱۹۷۷ء یا اس کے بعد کے سالوں کے لئے کوئی اور چیز نہیں ہو سکتا۔ جنتا پارٹی اس وعدے سے روگردانی کرنا چاہتی تھی۔ اور وسیع پیمانے پر یہ شبہ کیا جا رہا تھا کہ بھوتھالنگم کمیٹی برسرِ اقتدار پارٹی کی اس وعدے سے گلوخلاصی کا ایک حربہ ہے اور گروپ کو مجبور کیا جائے گا کہ بونس کے غیر ادا شدہ اجرت ہونے کے تصور کی نفی کرے۔ درحقیقت یہ سوچا گیا تھا کہ کمیٹی صرف حکم کے مطابق کارکردگی دکھائے گی اور بالکل یہی ہوا۔ مزدوروں کے خدشات درست ثابت ہوئے ہیں اور اس کا بائیکاٹ کا موقف برحق ثابت ہوا ہے۔

ریلوے مزدوروں کا بونس کا دعویٰ

آج جو لیڈر برسرِ اقتدار ہیں۔ جب وہ حزبِ اختلاف میں تھے تو انہوں نے بونس کے مطالبے پر ملک کے ریلوے مزدوروں سے ہڑتال کروائی تھی۔ اب جبکہ وہ اقتدار میں ہیں تو وہ ریلوے مزدوروں کو ادائیگی نہ کرنے کے لئے کوئی بہانہ نہیں تراش سکتے لیکن وہ ادائیگی کرنے اور وعدہ وفا کرنے کے خواہشمند نہیں معلوم ہوتے۔ اس لئے مزدور ڈر رہے تھے کہ ریلوے مزدوروں کو بونس سے محروم کرنے کے لئے بھوتھالنگم کمیٹی کو آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے اور اس طرح انہوں نے موجودہ لیڈروں کو پریشان کن صورتحال سے بچاتے ہوئے خود اس صورتحال میں ڈال دیا ہے۔ بالکل یہی بات ہوئی ہے۔ بھوتھالنگم کمیٹی نے کہا ہے کہ ریلوے مزدوروں، ڈاک و تار کے ملازمین اور دفاعی اداروں وغیرہ میں بونس نہیں دیا جانا چاہئیے۔ ایک بار پھر یہ ثابت ہو گیا کہ مزدور اپنے اندیشوں اور کمیٹی کے بائیکاٹ میں حق بجانب تھے۔

گروپ نے جو تیسری ناقابلِ قبول سفارش پیش کی ہے یہ ہے کہ موزوں وقت میں بونس کی جگہ پنشن کا نظام لایا جائے۔ کم سے کم فہم رکھنے والے پر یہ بات واضح ہو گی کہ بونس کی ضرورت اس لئے ہے کہ مزدور کے موجودہ خاندانی بجٹ کے خسارے کو پورا کیا جائے۔ اس وقت ایسی ادائیگی سے انکار کرنا اور اس کے ریٹائرمنٹ کے وقت ادائیگی کی پیش کش کرنا، صورتحال کی صداقتوں کو سمجھنے کی کوشش کی بجائے حکومت کو ممنون کرنے والا اقدام معلوم ہوتا ہے۔ ایسی کسی سفارش کو نافذ کرنے کی کوشش ملک گیر احتجاج کا باعث بنے گی جس کے نتیجے میں پیداوار اور ملازمتوں میں شدید گڑبڑ ہو گی۔

حکومت کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے کہ وہ فوری طور پر ایک آرڈیننس لائے جس کے تحت ۸٫۳۳ فی صد بونس کی کم از کم بونس کے طور پر ضمانت دی جائے اور بونس کے حق کو ریلوے ملازمین، ڈاک و تار کے ملازمین محکمۂ دفاع میں آرڈیننس فیکٹریوں وغیرہ کے ملازمین سمیت تمام ملازم افراد تک توسیع دی جائے اور اسے بونس ایکٹ کی مستقل خصوصیت بنایا جائے۔

جاری ہے

پاکستان کی صورتحال پر فار ایسٹرن اکنامک ریویو کی رپورٹ

نظامِ مصطفیٰ ○ اقدامات کسی بھی اعتبار سے ہمہ گیر نہیں

اس تیزی سے بڑھتی ہوئی تنقید کے زیرِ سایہ کہ اسلامی نظام نافذ کرنے کا ان کا وعدہ صرف اپنے اقتدار کو طول دینے کا ایک بہانہ ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صدر جنرل ضیاء الحق نے پاکستان کے سیاستدانوں کے اس عام لقینی میں پناہ ڈھونڈی ہے کہ عوام اصل مواد سے زیادہ صورت کے بارے میں متفکر ہوتے ہیں مفتیوں (مذہبی رہنماؤں) کی پُر شور تالیوں کی گونج میں.... ایک صاحب نے اسے "ہماری زندگی کا عظیم ترین دن" قرار دیا.... جنرل نے ۲ دسمبر کو ایک اعلان کیا جس نے یہ تاثر دیا کہ انہوں نے اپنے وعدے کی تکمیل کی طرف ایک بہت بڑا اقدم اٹھایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا تھا۔

نظامِ مصطفےٰ کا نفاذ حکومت کے نزدیک اس لئے اہم ہے کہ یہ اس احتجاج کا بنیادی عنصر تھا جو ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کے خاتمے پر منتج ہوا بعد میں انتخابات کے التواء نے اس کے نفاذ کو مزید اہمیت دے دی۔

جبکہ جنرل ضیاء کی قائم کردہ پاکستان قومی اتحاد (پی این اے) کی کابینہ اسے ایک ماہ سے دوسرے ماہ پر ملتوی کرتی رہی۔ خود جنرل ضیاء نے پچھلے ماہ عیدالاضحیٰ کی تقریب کے موقع پر اسلامی نظام نافذ کرنے کا عوام سے حتمی وعدہ کیا۔ مگر وہ حج ادا کرنے اور عید کی تقریب وہاں منانے کے لئے مکہ روانہ ہو گئے اور اپنے ناقدین کو طنزیہ تنقید کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد جنرل ایک ملک گیر ریڈیو اور ٹی وی نشریئے کے ذریعے ۲ دسمبر کو اپنے وعدے کی تکمیل کی کوشش کی لیکن جن اقدامات کا اعلان کیا گیا ہے وہ کسی بھی اعتبار سے ہمہ گیر نہیں ہیں۔

انہوں نے اعلان کیا کہ چونکہ اسلام میں قرضوں پر سود لینے کی ممانعت ہے اس لئے سرکاری ملازمین کو سائیکل کی خریداری کے لئے جو قرضے دیئے گئے ہیں وہ اس پر سود ختم کرتے ہیں۔ بہت بڑھا چڑھا کر بھی تخمینہ لگایا جائے تو پورے پاکستان کی بنیاد پر یہ رعایت چند ہزار ڈالر سے زیادہ نہیں بنتی اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ ۸۰ ڈالر ماہانہ تک تنخواہ پانے والے سرکاری ملازمین کو تعمیرِ مکان کے لئے دیئے جانے والے قرض پر سود ختم کیا جاتا ہے۔ اس آمدنی کے گروہ میں مکان تعمیر کرنے والے لوگ کچھ زیادہ نہیں ہوتے انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اگر سود کی ممانعت ہے تو دوسرے کیوں ادا کریں۔ ان کا تیسرا "شاٹ" تمام سرکاری محکموں کے سربراہوں کے لئے یہ حکم تھا کہ اپنے ماتحتوں کے لئے ذاتی مثال قائم کرنے کے لئے اپنے دفتروں میں نماز ادا کریں۔

دوسری طرف انہوں نے اقتصادیات، سماج کی قلب ماہیت اور عدالتی نظام سے متعلق تمام اہم مسائل پر فیصلوں کو ملتوی کر دیا۔ انہوں نے چاروں ہائی کورٹوں میں ایک ایک شریعت بنچ اور ملک کے سپریم کورٹ میں ایک اسلامی اپیل بنچ کے قیام کا اعلان کیا جنہیں ایسے کسی قانون کو منسوخ کرنے کا اختیار ہو گا جسے کوئی شہری اسلامی جواز کی بنیاد پر چیلنج کرے۔ بہرحال اگلے روز کے قانونی حکم پر وکلاء نے یہ تشریح کی کہ دستور، مالیاتی پالیسی، بنک کاری، انشورنس، ٹیکسوں اور شخصی قانون کو خصوصی طور پر اس دائرے سے خارج رکھا گیا ہے۔

اپنی تقریر میں جنرل نے فروری کے قریب جرائم کے لئے اسلامی سزائیں نافذ کرنے کا مبہم وعدہ کیا۔ اور ان سرکاری کمیٹیوں کا بھی ذکر کیا جو کئی ماہ سے اسلامی اقتصادی اقدامات کا جائزہ لے رہی ہیں۔ جیسا کہ توقع تھی: تنقید کرنے والے مذہبی حلقے ناراض ہوئے کیونکہ وہ اور ان کے ساتھ ساتھ جنرل ضیاء کے سیاسی ناقدین یہ دلیل دیتے رہے ہیں کہ اسلامی قانون جو ۱۴ صدیوں سے موجود ہیں ایک فرمان کے ذریعے فوری طور پر نافذ کئے جا سکتے ہیں۔ مذہبی حلقوں کو اس تباہی کے بارے میں پرواہ نہیں کرتے جو ایسے فرمان سے مالیاتی اور دوسرے موجودہ اداروں پر آئے گی۔

سنی مسلم فرقے، جو پاکستان کی آبادی کی اکثریت پر مشتمل ہے، کے مذہبی رہنما اسلامی نظام کے جن پہلوؤں پر زور دیتے رہے ہیں وہ ہیں بنکوں کے سود کا مکمل خاتمہ انشورنس کے کاروبار کا خاتمہ، چوری پر ہاتھ کاٹنا، زناکار کو سنگسار کر کے ہلاک کرنا اور شراب پینے پر کوڑوں کی سزا۔ وہ زکوٰۃ۔ غریبوں کی فلاح و بہبود کے لئے اثاثوں پر ۲½ فی صد ٹیکس، کے نفاذ اور زرعی پیداوار پر "عشر" دسویں حصے کے نفاذ کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ عائلی قوانین میں بھی اصلاح کا مطالبہ کرتے ہیں جس کے تحت اس وقت مسلم مردوں کا چار بیویاں رکھنے کا روائتی حق محدود ہے۔

جنرل نے یہ تمام اور ان سے زیادہ اقدامات کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن احتیاط کے ساتھ غور کرنے کے بعد ان کے پاس معقول وجوہات تھیں کہ وہ ان خطوں میں مداخلت نہ کریں جن میں مداخلت کرتے ہوئے ان کے پیشرو ڈرتے تھے انہیں ان فرقہ واریت پر بھی غور کرنا ہو گا۔ جس کی بناء پر خود مسلمانوں میں اسلام کے بعض بنیادی پہلوؤں پر بھی اختلاف ہے۔ شیعہ فرقہ، مقامی آبادی میں دوسرا سب سے بڑا گروہ، سنیوں سے زبردست اختلاف رکھتا ہے۔ اس کا اعتقاد ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی جیسے مذہبی فرائض بزور قابلِ نفاذ نہیں ہیں اور ہاتھ کاٹنے، سنگسار کر کے ہلاک کرنے اور کوڑے لگانے کے لئے وہ جن شرائط پر اصرار کرتے ہیں وہ ان سزاؤں کو تقریباً ناممکن بناتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس کا اعتقاد ہے کہ توبہ کرنے والے چور کو معاف کرنا لازمی ہے

شیعہ اور سنی اسلام کے ابتدائی زمانے سے چلے آتے ہیں اور ان مسالک اور کئی دوسرے مسائل پر اختلاف کی طویل اور تلخ تاریخ رکھتے ہیں۔ بھٹو کے دور میں ہر فرقے کو یہ حق حاصل ہوا تھا کہ وہ بچوں کو اپنی دینیات کی تعلیم دیں۔ ضیاء نے اس حق کو منسوخ کر دیا ہے اور شیعہ اور سنی بچوں کو لازمی طور پر ایک ہی دینیات پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ائیر مارشل اصغر خاں کی تحریک استقلال اور پی پی پی نے شیعوں کے جداگانہ عقائد رکھنے کے حق کی حمایت کی ہے۔

نمایاں بات یہ ہے کہ گو کہ جنرل مذہب کو اپنے سیاسی پلیٹ فارم کی بنیادی حیثیت پر زور دیتے چلے آ رہے ہیں مگر ان کی حکومت نے سنی مذہبی رہنماؤں کی طرف سے روز افزوں دباؤ کی طرف سے فکر مندی کی علامات ظاہر کرنی شروع کر دی ہے۔ سرکاری تشہیری ادارے اب یہ دلیل دے رہے ہیں کہ کسی مسلم ملک میں نظامِ مصطفےٰ نہ تو کبھی ایک مسئلہ تھا نہ کبھی ہو سکتا ہے بلکہ یہ نعرہ پی پی پی کے اسلامی سوشلزم کے سیاسی پلیٹ فارم کے مقابلے کے لئے وضع کیا گیا تھا۔

بہرحال۔ ہو سکتا ہے کہ تناظر کو درست کرنے کی یہ کوششیں بہت زیادہ بعد از وقت ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ گزشتہ ۱۸ ماہ کے الجھے ہوئے واقعات نراجی صورتحال کی شکل اختیار کرنا شروع کر چکے ہوں۔

جام ساقی کی گرفتاری مخبری کا نتیجہ ہے

حیدرآباد

مدد علی بلوچ

بزنجو کچھ کہتے ہیں مزاری کچھ کہتے ہیں

سندھ کے اندرونی دیہی علاقے دن بدن اہم سیاسی حیثیت حاصل کرتے جا رہے ہیں۔ این ڈی پی کے بلوچ رہنما میر غوث بخش بزنجو نے اندرونِ سندھ کا انتخاب کیا اور پھر جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ جنہیں دور دراز کے علاقوں میں جانے کا بڑا شوق رہتا ہے۔ یہیں جلوہ افروز ہوتے۔ کہتے ہیں کہ سیاسی سرگرمیوں کی مکمل آزادی نہیں لیکن سیاسی رہنماؤں کا پورا نزور سندھ پر ہے۔ پ پ پ کے رہنما اگر یہاں کا دورہ کرتے ہیں تو ان کے بڑے استقبال ہوتے ہیں اس لئے جلد ہی جیلوں میں دھرے جاتے ہیں اور جن رہنماؤں کے دورے سے عوام میں کوئی ہلچل پیدا نہ ہو حکومت کو ان پر اعتراض نہیں رہتا۔ اندرون سندھ میں چونکہ اب تک پ پ اور مسٹر بھٹو کی جڑیں ہیں اس لئے نظریۂ ضرورت" کے تحت ان جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں اگر طاقت ناکام ہو جائے تو پھر سیاست سے کام لینے کی ضرورت درپیش آتی ہے۔ اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ گو مختلف سیاسی رہنماؤں کے مختلف نظریات اور سیاسی مقاصد نظر آتے ہیں لیکن ان کا بالآخر مقصد اس دعویٰ کو تقویت پہنچانا محسوس ہوتا ہے کہ "سندھ کے دیہی علاقوں میں پ پ کا کوئی وجود نہیں"۔ یہ درست اور ممکن ہے کہ بڑے بڑے لوگ پ پ میں رہتے ہوئے اندرونی طور پر اپنی سیاسی وابستگیاں اور وفاداریاں عوام کی مخالف قوتوں سے وابستہ کر چکے ہوں لیکن جہاں تک عوام کا تعلق ہے ننگے سر پاؤں والے لوگ اور کوڑے کھانے والے لوگ مسٹر بھٹو پر آس لگائے بیٹھے ہیں کہ ان کے دکھوں اور مسائل کا درمیان وہی ہیں۔

میر غوث بخش بزنجو حیدرآباد، تھرپارکر ضلعوں کا دورہ کرکے بعد میں دادو تشریف لائے جہاں پر انہیں سابق ایم این اے مسٹر عبدالحمید جتوئی کا ساتھ مل گیا اور جتوئی صاحب اپنے بیٹے لیاقت جتوئی اور دیگر وڈیروں اور سیدوں کے پورے گروپ کے ساتھ این ڈی پی میں شامل ہو گئے۔ عبدالحمید جتوئی بعض وجوہات کی بناء پر "سخت بھٹو مخالف" سمجھے جاتے ہیں ایسے گروپ کے ساتھ این ڈی پی میں شامل ہوئے ہیں۔ جسے

گذشتہ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں پیر صاحب پاگاڑو کے توسط سے قومی اتحاد کی ٹکٹیں دستیاب ہوئی تھیں ان میں منیر جتّا، پیرل شاہانی، سید کوڑل شاہ شامل ہیں۔ علاوہ ازیں سید صادق علی شاہ، سید راضی شاہ اور نبن خان لُنڈ بھی این ڈی پی میں شامل ہوئے۔ پیر صاحب کا "قومی جمہوریت" کا پروگرام ان تمام حضرات کو متاثر کر گیا یا پھر انہیں یہ یقین ہو گیا کہ مستقبل قریب میں این ڈی پی برسرِ اقتدار آ جائے گی۔

حیدرآباد میں عوامی لیگ کے سینئر نائب صدر اور سندھ ہاری کمیٹی کے معمر رہنما قاضی فیض محمد کی این ڈی پی میں شمولیت اس کے سیکولر اور مکمل صوبائی خود مختاری کے نعروں کی وجہ سے سیاسی حلقوں کے سمجھ میں آتی ہے کہ کیونکہ قومی اتحاد سے علیحدگی کے بعد این ڈی پی نے بدلے ہوئے حالات میں کافی حد تک اپنی سیاسی لائین تبدیل کر دی ہے۔ میر صاحب کے دورے کا ذکر نکلا تو ان کے کچھ سابق سیاسی رفیقوں نے تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ جب نیشنل عوامی پارٹی موجود تھی سندھ نیپ کی جانب سے اُن کو اور ولی خان کو بارہا درخواست کی گئی لیکن وہ دورہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ سندھ این ڈی پی میں محترم جی ایم سید کا تربیت یافتہ گروہ سید شاہ محمد شاہ وغیرہ کی صورت میں موجود ہے جو کالعدم نیپ کو اپنے دور میں سخت ہدفِ تنقید بناتے تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قوم پرست حلقہ نیپ (کالعدم) میں اس لئے شامل نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اس وقت جام ساقی اور دیگر ترقی پسند حضرات اس میں موجود تھے۔

این ڈی پی کی لیڈر شپ میں فکری تضادات میر صاحب کے دورۂ سندھ کے دوران نمایاں طور پر نظر آتے۔ مثلاً میر صاحب جب تھرپارکر ضلع کے دورے پر تھے اور چار قومیتوں اور مکمل صوبائی خود مختاری پر زوردار تقریریں کر رہے تھے اسی اثناء میں این ڈی پی کے سربراہ سردار شیر باز خان مزاری سکھر ضلع میں اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرنے آئے اور پھر "پارٹ ٹائم پالیٹکس" کے طور پر سکھر میں ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے سندھ کے عوام کو یہ بات کہہ کر تعجب میں ڈال دیا کہ "اگر کراچی این ڈی پی نے کراچی کو صوبہ بنانے سے متعلق کوئی تجویز بھی تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے"۔ اور ادھر بزنجو صاحب تھے کہ جنہوں نے کراچی صوبہ بنانے کی سخت مخالفت کرتے ہوئے اسے سندھ کا ابدی حصہ قرار دیا۔ آیئے بزنجو صاحب کی دادو بار ایسوسی ایشن میں تقریر کا تجزیہ کریں۔

انہوں نے فرمایا "بلوچستان میں فوجی کارروائی میں فوج کا کوئی قصور نہیں تھا بلکہ یہ صرف بھٹو کی ایما تھی۔" اسی دن خضدار سے میر عطاء اللہ خان مینگل کی خبر آئی کہ "بھٹو کو عدالت میں لایا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ بلوچستان کے ساتھ مظالم میں ان کا اور ساتھی کون تھا اور اسے کس نے مجبور کیا کہ وہ بلوچستان میں فوجی کارروائی کرے۔"

بزنجو صاحب نے دادو ضلع کے وڈیروں اور سیدوں کے گروپ کی این ڈی پی میں شمولیت کا اثر قبول کرتے ہوئے سیوہن میں یہاں تک کہہ دیا کہ "این ڈی پی جب برسرِ اقتدار آئے گی تو کسان اور زمینداروں کو مساوی حقوق دے گی۔" یہ ایک تو اقتدار میں آنے کا آسرا تھا اور دوسری جانب جاگیرداری کو ختم نہ کرنے کا مبہم یقین بھی تھا۔ چھوٹے صوبے ہونے کی حیثیت میں بزنجو صاحب نے مکمل صوبائی خود مختاری کے موقف کو بار بار دہرا کر سندھ کے نوجوانوں اور خصوصاً طالب علموں میں اپنی پارٹی کے لئے قدرے "سافٹ کارنر" پیدا کر دی۔ جمہوریت کی بحالی کے لئے ہر پارٹی (دوسرے الفاظ میں پیپلز پارٹی) کے لئے تعاون پر آمادگی کا اظہار بھی کیا جب کہ موجودہ غیر جمہوری حکومت کی مخالفت کرنے سے رائے عامہ میں ان کے احترام میں کچھ اضافہ ہوا ہے عوام بہرحال اب تک این ڈی پی میں بھانت بھانت کے لوگوں کی شمولیت اور اپنے اپنے جداگانہ موقف کی وجہ سے متاثر نہیں ہو سکے۔

بالآخر جماعت اسلامی کے حواریوں اور سامراج کے کاسہ لیس عناصر کی ایک دیرینہ اور گھناؤنی "آرزو" پوری ہوئی کہ مشہور انقلابی رہنما جناب جام ساقی جن کے لئے تقریباً گذشتہ سات برس سے کھلی سیاست کا میدان تنگ کر دیا گیا تھا ۱۱ دسمبر کی شب کو حیدرآباد میں پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ پولیس نے انہیں کسی مخبر کی اطلاع پر پٹھان کالونی حیدرآباد سے اس وقت گرفتار کیا جب وہ اپنے ایک دوست مسٹر اقبال میمن کے گھر سے باہر نکل رہے تھے جن کے ساتھ ان کے طالب علمی کے زمانے سے گہرے مراسم بتائے جاتے ہیں۔ پولیس کے بھاری اور مسلح دستوں نے متعلقہ علاقے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور گرفتاری میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد انہیں تھانے اور فوری بعد میں مارشل لاء ہیڈ کوارٹر میں لے جایا گیا۔ جناب ساقی کی گرفتاری سے متعلق سب سے پہلی خبر ۱۲ دسمبر کے روزنامہ "آغاز" میں ہی شائع ہوئی کیوں کہ یوم عاشورہ کی وجہ سے اس روز تمام اخبارات بند تھے۔ دوسرے روز ان کی گرفتاری کو عوام اور ان کے ساتھیوں سے چھپانے اور ممکن ہے کہ پسِ دیوارِ زنداں ان کا کام تمام کرنے کی نیت رکھتے ہوئے مقامی حکام نے تمام مقامی اخبارات کو یہ "پریس ایڈوائس" جاری کی کہ وہ ایسی خبر کو نہ چھاپیں کیوں کہ جناب ساقی گرفتار نہیں ہوئے۔ نہ صرف یہ بلکہ ۱۳ دسمبر کے روزنامہ مساوات، صداقت، امن اور ہلال پاکستان میں بھی اس خبر کو سینسر کر دیا گیا جب کہ اتفاق یہ ہے کہ جنگ، ڈان اور حریت میں وہی خبر چھپ گئی اور جسارت نے جو کہ جماعت اسلامی اور حکومت کا ڈھنڈورچی اخبار ہے اپنا مخصوص معاندانہ رویہ ظاہر کرتے ہوئے خبر کی یہ سرخی لگائی کہ "جام ساقی سادھو کے جلسہ میں گرفتار۔" رجعتی اخبارات کی یہ "ترقی پسند نوازی" نہیں بلکہ اس بات کا اظہار تھی کہ ایک ہی ملک میں ایک قانون پوری پریس کیلئے نہیں بلکہ عوام کے جذبات کی حامل اخبارات ہی اس قانون کے زمرے میں آتے ہیں۔ تاہم گرفتاری کو "خفیہ" رکھنے کی کوشش ناکام ہو گئی اور پولیس کے ذرائع نے "ڈان" کے رپورٹر کو

یہ اطلاع فراہم کی کہ جناب جام کو مارشل لاء ریگولیشن ۱۳ اور ۱۸ کے تحت گرفتار کیا گیا ہے۔ پولیس نے مسٹر اقبال میمن کو بھی حراست میں لے لیا ہے۔ دوسری جانب حیدرآباد کے مزدور رہنما اور گرفتار رہنما کے سیاسی رفیق مسٹر شمیم واسطی نے اس سلسلے میں سندھ ہائی کورٹ میں حبس بیجا کی رٹ پٹیشن دائر کر دی ہے مقدمہ کی پیروی مسٹر نورالدین سرکی ایڈووکیٹ کر رہے ہیں۔

اس بات کے قطع نظر کہ مارشل لاء حکام جناب ساقی کی مسلسل روپوشی اور زیر زمین سرگرمیوں سے بہت نالاں و پریشان تو تھی ہی اور انہیں گرفتار کرنے کی غرض سے پولیس اور انٹیلی جنس کے مشترکہ مخصوص سیل بڑی سرگرمی سے سرگرم عمل تھے، ان کو تلاش کرنے اور ان کا پتہ معلوم کرنے کے لئے گذشتہ کئی مہینوں سے سیاسی طور پر جام ساقی سے قربت رکھنے والے طلباء، مزدور اور کسان رہنماؤں کو گرفتار کر کے کوئٹہ اور مختلف تحقیقاتی مرکز میں رکھا گیا اور ان پر تشدد کے استعمال کی خبریں بھی منظر عام پر آئی تھیں۔ لیکن حکومت کی اس پریشانی کو بڑھانے میں جماعتی پریس کا واویلا بھی اہم عنصر تھا جو کہ ۵ جولائی کے بعد تمام ترقی پسندوں بشمول جام ساقی کی جاسوسی کرنے کے فرائض انجام دیتا رہا ہے۔

ایک طرف رجعتی پریس کی مسلسل زہر افشانی تھی اور دوسری طرف روپوش رہنما کی جانب سے اپنے واضح سامراج دشمن اور رجعت پرستی کے خلاف صاف صاف سیاسی موقف کا آئے روز برملا اظہار۔ نتیجتاً ان کے لئے پورے ملک اور خاص طور پر سندھ میں سراغ رسانی کا ایک جال بچھا دیا گیا جس کا ڈراپ سین ان کی گرفتاری پر ختم ہوا۔ اس گرفتاری کو پہلی اور آخری گرفتاری سمجھنا حماقت ہے کیوں کہ یہ گرفتاری اور قبل اس سے لاہور کے دو ترقی پسند ممتاز اخبار نویسوں مسٹر مظہر علی خان اور حسین نقی کی گرفتاریاں ترقی پسند عناصر کے لئے آنے والے پر خطر طوفان کے کسی سگنل سے کم نہیں۔

جام ساقی کے سیاسی نظریات کے ساتھ ان کے مخالفین اختلاف کر سکتے ہیں لیکن یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ رہنما ملک اور خاص طور پر سندھ کے ان گنے چنے چند رہنماؤں میں سے ایک ہیں جنہوں نے ملک میں جمہوری اور قومی حقوق کی بحالی اور سوشلزم لانے کے لئے ایک کٹھن راہ عبور کرتے ہوئے کبھی موقع پرستی، لالچ اور مصلحت پرستی کا راستہ نہیں اپنایا۔ ۱۹۶۷ء میں جب انہوں نے طالب علم رہنما کی حیثیت میں سیاسی میدان میں قدم رکھا اور سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد ڈالی تب سے ہی وہ ایوبی اور یحییٰ آمریت کا نشانہ بنے۔ ون یونٹ کے خلاف تحریک میں انہوں نے رہنمایانہ کردار ادا کیا تو کئی سالوں تک جیلوں میں بند رہے ان کی سیاسی پختگی کا اندازہ ایوب اور یحییٰ خان کو ہو گیا وہ سندھ کے عظیم کسان رہنما بابائے سندھ کامریڈ حیدر بخش جتوئی کے ساتھ سندھ ہاری کمیٹی کو منظم کرنے میں شامل رہے۔ بلاشبہ جام ساقی سندھ میں "ون یونٹ توڑ دو" تحریک کے دوران ابھرنے والے تمام طالب علم رہنماؤں میں سے صرف تنہا ایسے رہنما نکلے۔ جس نے اپنی پوری زندگی اپنے نظریات کی فتح اور عوام کی بالادستی کی جدوجہد کے لئے وقف کر دی ہے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے وقت وہ پہلی بار زیر زمین چلے گئے اور اس زمانے میں ان کی مشہوری مشرقی بنگال میں فوجی کارروائی کے خلاف ایک بیان کے بعد ہوئی ہے کہ انہوں نے روپوشی کے دوران جاری کیا تھا اور جسے بی بی سی نے بھی نشر کیا۔ ریڈیو ہندوستان نے اسے کئی بار نشر کیا تو یحییٰ حکومت نے

سرکاری پریس کے ذریعہ ان کے خلاف یہ پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ "جام ساقی ہندوستان بھاگ گیا ہے"۔ جام ساقی کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ مشرقی بنگال کے عوام کے خلاف کارروائی کے دوران وہ بھی مغربی پاکستان کے واحد آدمی تھے جنہوں نے کھل کر عالمی اور ملکی طور پر اس کی مذمت کی۔ یحییٰ خان کے ہاتھوں اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو کو منتقل ہوا۔ ۱۰ر جنوری ۱۹۷۲ء کو حیدرآباد میں روپوشی ختم کرتے ہوئے کالعدم نیپ سندھ کے صدر غلام محمد لغاری کی پریس کانفرنس کے دوران وہ حیدرآباد میں نمودار ہوئے اور عملی سیاست میں داخل ہونے کیلئے نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۴ر جنوری ۱۹۷۲ء کو انہیں سکھر سے اس وقت گرفتار کر لیا گیا جب وہ پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے ان کی گرفتاری یحییٰ حکومت کی سزا پر عملدرآمد کے لئے عمل میں لائی گئی تھی جو انہیں دوران روپوشی غیر حاضری میں سنائی گئی تھی، انہیں ملتان جیل منتقل کر دیا گیا اور ایک سال تک قید کی مدت پوری کر کے وہ رہا ہوئے تو ۱۹۷۳ء میں بلوچستان چلے گئے مینگل وزارت کی برطرفی سے کچھ عرصہ قبل وہ پھر روپوش ہو گئے۔ سندھ نیپ میں شمولیت کے بعد وہ صوبائی جنرل سکریٹری منتخب ہوئے اور ملتان جیل میں نظر بندی کے دوران نیپ کالعدم کے مرکزی جوائنٹ سکریٹری چنے گئے اور نیپ پر پابندی تک وہ اس سے وابستہ رہے۔ بعد کے مسلسل پانچ سال روپوشی رہنے کے دوران انہیں سازش کیس حیدرآباد میں مفرور قرار دے دیا گیا تھا اور ضیاء حکومت نے حیدرآباد ٹریبونل کو ختم کر دیا تو بظاہر سرکاری ریکارڈ پر ان کے خلاف کوئی مقدمہ نہیں رہا تھا۔ ۵ر جولائی ۷۷ء کے بعد ان تمام ترقی پسند اور جمہوریت پسند لوگوں کی طرح جام ساقی نے بھی اصولاً اور عملاً جمہوریت کو بحال کرنے اور مارشل لاء ختم کرنے کے لئے ذاتی جدوجہد جاری رکھی۔ مختلف جرائد میں ان کے انٹرویو کھرے کھرے الفاظ میں چھپ کر سامنے آئے تو ارباب اختیار کو اس بات پہ شدید تشویش لاحق ہونا فطری تھی۔ دوسری جانب اخبارات میں ان کے کمیونسٹ پارٹی پاکستان کی مرکزی سکریٹریٹ کے ممبر کی حیثیت سے بھی بیانات آنے شروع ہوئے اور "سرخ پرچم" اور "ہلچل" سکلو اسٹائیل شدہ اخبارات کے اجراء کو بھی ان سے کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب پولیس نے جناب گرفتار کیا تھا تو ان کے ہاں سے یہ غیر قانونی کمرے لئے گئے۔

❀❀❀

شعبۂ امتحانات سے

اہم کاغذات غائب ہو چکے ہیں!

جامعہ کراچی کے اربابِ اختیار تحقیقات سے ڈرتے ہیں

ارشد

جامعہ کراچی آنے والے ہر شخص کی نگاہ اس تین منزلہ مٹیالے رنگ کی عمارت پر ضرور پڑتی ہے جسے ایڈمنسٹریشن بلاک کہا جاتا ہے۔ یہ آرٹس فیکلٹی کو جانے والے راستہ سے ہٹ کر واقع ہے۔ ایڈمنسٹریشن بلاک کو گزشتہ چار ہفتوں میں بہت اہمیت حاصل رہی ہے اور اس عمارت پر طلباء کے قبضے کے نتیجے میں جامعہ کی صورتحال تشویشناک صورت اختیار کر گئی تھی مگر اب ایڈمنسٹریشن بلاک بظاہر پُرسکون ڈگری نکلوانے، اکاؤنٹ سیکشن سے رابطہ قائم کرنے اور امتحانات کے متعلق معلومات حاصل کرنے والے طلباء کی چہل پہل سے پھر آباد ہو گیا ہے لیکن ایڈمنسٹریشن بلاک میں مصروف انتظامیہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے جامعہ کی صورتحال کا آئندہ رخ کیا متعین ہو گا۔ اس کا اندازہ انتظامیہ کی گزشتہ ہفتوں میں بدنظمی اور بدانتظامی کے واقعات سے لگایا جا سکتا ہے جس نے جامعہ اور ارباب اختیار کی پالیسیوں کی پول کھول دی اور اہل علم کو اندازہ ہو گیا کہ درونِ خانہ کیا ہو رہا ہے۔

چار ہفتے قبل ایڈمنسٹریشن بلاک پہ طلبا کا قبضہ ۱۹ر نومبر سے شروع ہونے والے ڈگری کلاسوں کے امتحانات کے التواء، شعبہ امتحانات کے ناظم ناصر حسن کی معطلی اور انتظامیہ کی بدنظمی کے سبب ہوا تھا۔ پہلے کئی دن تک ایڈمنسٹریشن بلاک پر اور پھر تیرہ دن تک شعبہ امتحانات پر طلباء کا قبضہ جاری رہا۔ طلباء کا کہنا تھا کہ جامعہ کے ارباب اختیار ایک دوسرے کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ انتظامیہ کی آپس کی چپقلش نے ان کے مستقبل کو غیر یقینی بنا دیا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ جامعہ کے معاملات میں بے قاعدگیوں کی تحقیقات ہائیکورٹ کے جج سے کرائی جائے، ناظم امتحانات کو بحال کیا جائے اور شعبہ امتحانات کو تحقیقات کے شروع ہونے تک بند رکھا جائے۔

طلباء ایکشن کمیٹی نے اپنے مطالبات کے تسلیم ہونے تک قبضہ جاری رکھنے کا اعلان کیا لیکن وائس چانسلر کی جانب سے اس یقین دہانی کے بعد کہ طلباء کے مطالبات سنڈیکیٹ میں پیش کر کے منظوری لی جائے گی طلباء نے ایڈمنسٹریشن بلاک پر سے قبضہ ختم کر دیا مگر شعبہ امتحانات کے دروازے پر ان کے تالے پڑے رہے۔

۷ر دسمبر کو وائس چانسلر نے اپنے وعدہ سے پھرتے ہوئے شعبہ امتحانات کو ریٹائرڈ جسٹس قدیر الدین احمد کو بلوا کر کھلوا دیا اور طلباء کے لگائے ہوئے تالے توڑ دیئے۔ وائس چانسلر ڈاکٹر احسان رشید نے یہ قدم جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اسلامی جمعیت طلباء کی اس واضح یقین دہانی کے بعد اٹھایا تھا جس کے رہنماؤں نے ڈاکٹر احسان رشید سے مل کر انہیں پیشکش کی تھی کہ وہ انتظامیہ کی راہ میں مزاحم ہونے والے طلباء سے نمٹ لے گی۔ وائس چانسلر ڈاکٹر احسان رشید نے شعبہ امتحانات کھلوانے میں اتنی تیزی کا مظاہرہ کیوں کیا اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب ہر طرف سے بند شعبہ امتحانات کی کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا پایا گیا اور زمین پر خون کے دھبے ملے جس سے اس امر کو تقویت ملتی تھی کہ کسی فرد نے شعبہ امتحانات میں گھس کر وہاں سے ایسے اہم کاغذات غائب کر دیئے جس سے شعبہ امتحانات کے بارے میں تحقیقات سے مدد ملتی اور یہ واقعہ اس صورت میں ہوا جبکہ ایڈمنسٹریشن بلاک کے اردگرد واچ اینڈ وارڈ کا بھاری عملہ متعین تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ واقعہ انتظامیہ کی ایماء پہ ہوا ہے ورنہ اتنے سخت حفاظتی اقدامات کی موجودگی میں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔

من مانی کارروائیوں کو تحفظ دینے کے لئے ۹ر دسمبر کو سنڈیکیٹ کا اجلاس ہوا جس میں طلباء کے مطالبات کو پس پشت ڈال کر ایسے فیصلے کئے گئے جنہیں انتہائی متنازعہ قرار دیا جا رہا ہے۔ سنڈیکیٹ کے اجلاس میں شعبہ فلسفہ کے ڈاکٹر منظور احمد کو ناصر حسن کے خلاف تحقیقات کرنے کا

فرض سونپا گیا۔ اور ان کی رہنمائی کرنے کے لئے جسٹس آئی محمود کو مقرر کیا گیا۔ واضح رہے کہ جسٹس آئی محمود سنڈیکیٹ کے رکن بھی ہیں۔ اور ان تمام فیصلوں میں ان کی رائے بھی شامل رہی ہے ڈاکٹر منظور احمد آج کل ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یہ تحقیقات شروع نہیں ہو سکی ہے۔ ان کی غیر حاضری میں یہ تقرری خاصا معنی خیز ہے جبکہ دوسری طرف اس شبہ کا اظہار بھی کیا جا رہا ہے کہ آیا ڈاکٹر منظور احمد اس تحقیقاتی کارروائی کو منصفانہ رکھ سکیں گے۔ ایک اور سب سے بڑا اعتراض جو قابل غور ہے وہ یہ کہ سنڈیکیٹ ایک طرف سے ناصر حسن کو تمام خامیوں اور بے قاعدگیوں کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ان کے خلاف تحقیقات کی منظوری دیتی ہے مگر دوسری طرف شعبہ امتحانات کے دیگر نااہل عملہ کے خلاف تحقیقات کے سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی۔ جبکہ ان افراد میں بیشتر لوگ وہ ہیں جن کے ناصر حسن کے ناظم امتحانات بننے سے آمدنی کے تمام ذرائع بند ہو گئے تھے۔ ورنہ اس سے قبل وہ مارکس شیٹ اور ڈگری جلد نکلوانے کے لئے طلبا و طالبات سے پیسے بٹورتے تھے اور ناصر حسن کی تقرری کے بعد سے ان کے ناجائز کاروبار کو دھچکا لگا تھا۔ اس لئے طلبا کا نہ صرف شعبہ امتحانات بلکہ جامعہ کے حسابات میں غبن، بے قاعدگیوں اور دھاندلیوں کے سلسلے میں تحقیقات کروانے کا مطالبہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔ دوسرا سب سے بڑا اعتراض جو اس تحقیقات کے ضمن میں کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ یونیورسٹی ایکٹ مجریہ ۱۹۷۲ء کے تحت صرف ایک فرد ہی کسی تحقیقات کے انعقاد میں حصہ لے سکتا ہے۔ ایک فرد سے زیادہ نہیں۔ سنڈیکیٹ کے اجلاس کی ایک اہم بات وائس چانسلر کا اپنے خاص اور قریبی آدمی ڈپٹی ناظم امتحانات منصف علی کا نام ناظم امتحانات کے لئے پیش کرنا ہے۔ واضح رہے کہ منصف علی کے زمانے میں جامعہ کا شعبہ امتحانات انتہائی سنگین بے قاعدگیوں کا شکار رہا ہے۔ نہ صرف رزلٹ بر وقت نہیں آئے بلکہ امتحانی پرچے بھی خوب آؤٹ ہوئے۔ باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ امتحانی پرچے جامعہ کے موجودہ رجسٹرار ڈاکٹر اسمٰعیل سعد کے پریس میں چھپتے تھے اور اس کاروبار میں شعبہ امتحانات کے بدعنوان عملے نے خوب ہاتھ رنگے۔

شعبہ امتحانات کے نگران ڈاکٹر الیس آئی علی اور ان کے معاون ڈاکٹر ظفر عارف دیگر اساتذہ جمیل اختر، خلیل اللہ، امتیاز حسین، رئیس احمد اور حشمت اللہ لودھی امتحانات کے انعقاد کو یقینی بنانے کے لئے انتظامیہ کی مدد کر رہے ہیں۔ یہ امتحانات بلا کسی رکاوٹ یا مشکلات کے پر امن طور پر منعقد ہو سکیں گے یا نہیں۔ اس کا اندازہ آئندہ چند دنوں میں ہو جائے گا لیکن اب بھی صورتحال یہ ہے کہ شعبہ امتحانات کی ناقص کارکردگی کا شکار بے شمار طلبا جو مضافاتی علاقوں میں رہتے ہیں۔ بوکھلائے ہوئے اور پریشان پریشان جامعہ کے چکر لگا رہے ہیں۔ ان کے امتحانی سینٹرز کو ان کے رہائشی علاقوں سے بہت دور یا آؤٹ آف وے بنایا گیا ہے۔ ناظم امتحانات کے کمرے پر لگا ہوا اسلاخوں کا دروازہ ان کا منہ چڑاتا ہے اور اندر موجود امتحانی کاموں کے نگران کار انہیں کوئی جواب دینے کے بجائے ٹیلی فون کرنے، ڈاک چیک کرنے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرنے میں محو رہتے ہیں بعض طلباء کے ایڈمٹ کارڈ ابھی تک نہیں بن سکے ہیں۔ امتحانات کے نئے پروگرام کو سائیکلو اسٹائل کر کے ایڈمنسٹریشن بلاک کی دیواروں پر چسپاں دیا گیا ہے جہاں امتحان کی نئی تاریخوں اور امتحانی مراکز کی تبدیلیوں کو نوٹ کرتے ہوئے طلباء ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ ہم امتحان کی تیاریاں کریں یا جامعہ کے چکر لگائیں۔

۱۹ نومبر سے ۱۶ دسمبر تک کس کا کتنا نقصان ہوا ہے اس کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جن پر بیتی ہے لیکن اس التوا کے نتیجے میں جامعہ کراچی کے حصے میں جو کچھ آیا وہ بالکل واضح ہے ایک طرف تو انتظامیہ کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں نے جامعہ کے منہ پر جو کالک ملی ہے اس کا داغ وہ برسوں تک نہیں دھو سکے گی۔ دوسری طرف والدین اور اساتذہ کے اعتماد کو جو ٹھیس پہنچی ہے اس کا مداوا کبھی نہ ہو سکے گا بلکہ جامعہ کے حصے جو رسوائی اور بدنامی آئی ہے اس نے جامعہ کے وقار کو سخت دھچکا پہنچایا ہے۔ مالی طور پر خسارہ میں گھری ہوئی جامعہ کو امتحانات کے التوا سے جو نقصان ہوا فی الحال اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ۱۹ نومبر سے شروع ہونے والے امتحانات کے لئے کرایہ پر لیا گیا ڈیکوریشن کا سامان جوں کا توں موجود ہے۔ اس پر دنوں کے حساب سے جو کرایہ چڑھا ہے اس کی سیاست میں مصروف جامعہ کے کرتا دھرتاؤں کو خبر نہیں۔ اس وقت بھی جب کہ جامعہ کے مرکز اساتذہ و طلباء کو جسے پہلے امتحانی مرکز بنایا گیا تھا اب ختم کر دیا گیا ہے وہاں ہزار سے زائد کرسیاں اور میزیں لگی ہوئی ہیں۔ ڈیکوریشن اور دیگر سامان کو بلا مقصد روکے رکھنے کے نتیجے میں جامعہ کو جو مالی نقصان برداشت کرنا پڑے گا اس کا جواب دہ کوئی بھی نہیں۔

جامعہ کراچی جو ایک تعلیمی ادارے کے شایان شان ناموری حاصل کرنی تھی اپنے ہی لوگوں کے ڈسنے سے آج اس صورتحال کو پہنچ چکی ہے کہ آئندہ برسوں میں بمشکل پنپ سکے۔ جامعہ کی اندرونی سیاست، انتظامیہ کی دھاندلیاں اور بدعنوانیاں اساتذہ کی وظائف اور تنخواہوں کے لئے بھاگ دوڑ، وائس چانسلر کی ناقص پالیسیوں اور دوسرے حالات اور واقعات نے اس اسٹیج پر پہنچا دیا ہے کہ وہ اتنے کم عرصے میں رسوائی اور بدنامی کا نشان بن بیٹھی۔ جامعہ کی انتظامیہ ہائیکورٹ کے جج سے مالی اور انتظامی معاملات کی تحقیقات کرانے سے کیوں ڈرتی ہے، ایسا کونسا خوف ہے جو اسے اس کو پورا کرنے سے روک رہا ہے۔ اس کا جواب وہ شاید کبھی نہ دے سکے مگر ایک اور تحقیقاتی رپورٹ جامعہ کا مقدر بن گئی ہے۔ اب نہ سہی کچھ عرصے بعد سہی شاید اس کا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا۔

پاکستان کے عوام ایرانی عوام کے ساتھ ہیں، عبدالوحید ایڈووکیٹ

پاکستان سوشلسٹ پارٹی سرحد کے جنرل سیکرٹری عبدالوحید ایڈووکیٹ نے ایران کے عوام کی ظالمانہ شاہی آمریت، جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام اور سامراج کے مفادات کے خلاف جدوجہد پر ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہیں پاکستان کے برادر عوام کی طرف سے مکمل یکجہتی کا یقین دلایا ہے۔ ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ پچھلے کافی عرصہ سے ایران کے عوام شاہی کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں اور شاہی نظام کے ظلم و ستم کا جرات سے مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی اور پاکستان کے دیگر حکمرانوں نے ہمیشہ شاہ ایران کو اسلام کا محافظ بنا کر پیش کیا تھا۔ مسٹر عبدالوحید نے کہا کہ ایران کے عوام کی جدوجہد واضح طور پر ظالمانہ شاہی ٹولہ سامراجی مفادات اور سرمایہ دارانہ جاگیردارانہ لوٹ کے استحصال کے خلاف ہے اور یہ تحریک یقیناً مثبت راستے پر چل کر اپنے منطقی نتائج تک پہنچے گی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے برادر عوام ایران کے برادر عوام کے ساتھ ہیں اور ان کی ظلم جبر اور استحصال کے خلاف عظیم جدوجہد کو سلام کرتے ہیں۔

ایران میں کارٹر کے چہرے سے انسانی حقوق کی نقاب اُتر گئی

معاشی ناانصافی نے

ایران میں اپنا رنگ دکھا دیا

فوج دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی خانہ جنگی منہ کھولے کھڑی ہے

پیرس سے ۲۰ میل کے فاصلے پر، جہاں پہنچنے کے لئے ٹیکسی ڈرائیوروں کو نقشے کی مدد لینی پڑتی ہے، ایک اوسط درجے کے کالج میں نائب امام آیت اللہ خمینی اور ان کے رفقاء ایران کے مطلق العنان تاجدار، شہنشاہ (بادشاہوں کے بادشاہ) آریہ مہر (آریاؤں کی روشنی) محمد رضا شاہ کے ہاتھوں سے اقتدار کا طلائی عصا اور سر سے ہیرے، موتیوں اور قیمتی پتھروں کا جگمگاتا تاج اتار پھینکنے کی پلاننگ میں مصروف ہیں جبکہ شاہ کے سب سے بڑے حمایتی امریکہ کے دیوہیکل ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، جدید اسلحہ اور آلات شاہ کے گرد حفاظتی دیوار بنے ہوئے ہیں۔ وال اسٹریٹ کے یہودی "تاجر، وہائٹ ہاؤس کے "اعلیٰ کاریگر" پنٹاگان اور سی آئی اے کے ایجنٹ اور ماہرین اس "تباہ کن کھیل" میں شاہ کو مات سے بچانے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں تاکہ ایران میں کسی انقلابی تغیر کی صورت میں امریکہ اور برطانیہ کے مفادات کو متوقع خطرے سے بچایا جا سکے۔

شاہ کے خلاف موجودہ عوامی ابھار کی قیادت کرنے والے ممتاز علماء، بائیں بازو کے قائدین، چھاپہ مار تنظیمیں اور ایران کے تین ساڑھے تین کروڑ عوام امریکہ اور برطانیہ کے کردار اور رویئے سے سخت متنفر ہیں کیونکہ یہ ممالک ایران کی تاریخ کے ہر انقلابی موڑ پر وہاں کے عوام کی امنگوں، جذبوں اور آرزوؤں کی پامالی کا سبب بنے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں جب موجودہ حکمران کے والد رضا خاں کو سارجنٹ سے جنرل کا درجہ دے کر تخت و تاج حوالے کیا گیا (فار ایسٹرن اکنامک ریویو) دوسری مرتبہ جب ڈاکٹر مصدق ایران کے وزیر اعظم بنائے گئے اور انہوں نے عوامی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے تیل کی برطانوی کمپنیوں کو قومی تحویل میں لیا تو انہیں معزول کر دیا گیا لیکن ڈاکٹر مصدق کی حمایت میں جب ایران کے جوشیلے عوام چیختے چنگھاڑتے سڑکوں پر نکل آئے اور اس کے نتیجے میں شاہ ایران کو ملک سے فرار ہونا پڑا تو وہائٹ ہاؤس کے اشارے پر سی آئی اے نے عوام کی بغاوت کو بے رحمی سے کچل کر شاہ کو دوبارہ اقتدار کی مسند پر بٹھا دیا۔ ایران کے عوام اس پر حیران ہیں کہ امریکہ اور برطانیہ اپنے یہاں خود ساختہ جمہوری اقدار کا ڈھول تو بہت زور و شور سے پیٹتے ہیں لیکن جب کسی ایشیائی ملک میں انسانی حقوق اور جمہوری اقدار کی بات آتی ہے تو ان کا یہی ڈھول پھٹ کر بے سرا ہو جاتا ہے۔ ان کے سامنے صرف ان کے مفادات ہوتے ہیں جن کے تحفظ کے جوش میں اخلاق، شرافت اور انسانی اقدار کے دامن کو اپنے ہاتھوں سے تار تار کر ڈالتے ہیں۔ کمال یہ ہے کہ شرمسار بھی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایران میں موجودہ عوامی ابھار کا تمام تر نشانہ امریکہ اور ایران میں ان کے مفادات کے نگراں شاہ ہیں۔

۱۹۵۳ء میں شاہ ایران کی تین روزہ جلاوطنی اور اس کے بعد سی آئی اے کی مدد سے دوبارہ تخت نشینی سے ایران میں امریکہ اور برطانیہ کے مفادات از سر نو مستحکم ہو گئے۔ شاہ

کی ممنونیت اس حد تک بڑھ...
باشندوں کو ایران کے قوانین...
عوام نے شدید برہمی کا اظہ...
آیت اللہ خمینی اور آیت ا...
کی پرواہ کئے بغیر اپنے محسن...

پور...

ایران کی ح...

اگر موجودہ ہنگا...
حکومت قائم ہو بھی جا...
ہی برآمد کرے گا۔ بحرا...
کیا جاتا تھا۔ اگر گزشتہ م...
کے انرجی ڈیپارٹمنٹ ک...
بیرل یومیہ تیل جہازوں پر...

فوج کے اعلیٰ مقام

شاہ کے اقتدار کا خاتمہ

مراعات اور سہولتوں کا خاتمہ ہوگا

کا انگریزی اور برطانوی
...تھا جس پر ایرانی
...یا شیعہ علماء بالخصوص
...شتر انار انگلیوں
...وجود انہیں زیادہ

سے زیادہ مراعات دینے کی پالیسی جاری رکھی، دوسری طرف نیشنل فرنٹ، تودہ پارٹی اور بائیں بازو کی دیگر تنظیموں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو نیست و نابود کرنے کی حکمت عملی میں بہیمانہ تشدد اور جبری ہتھکنڈوں کے .... استعمال میں چنگیز و ہلاکو کی بربریت کو شرمندہ کر دیا گیا۔ جنرل

نعمت اللہ کی سربراہی میں ساواک کی بنیاد رکھی گئی۔ سی آئی اے کے ایجنٹوں نے اس ادارے کو گستاپو بنانے میں ہر ممکن امداد دی اور انہی کے "تعمیری تعاون" کے نتیجے میں ساواک کے ایجنٹ ایران سے نکل کر جنوبی ایشیا اور مشرقی یورپ کے سوشلسٹ ملکوں میں مخبری، قتل اور تخریبی سرگرمیوں میں

سی آئی اے اور برطانوی انٹیلی جنس سے معنی خیز تعاون کرنے لگے۔ ساواک کے ایجنٹوں کے مظالم کی لرزہ خیز داستانیں، ہٹلریوں اور گستاپو کے مظالم سے سوا ہیں۔ مجاہدین خلق کی ایک خاتون مجاہدہ پر ساواک کے ایجنٹوں نے انٹروگیشن کے دوران اتنی بار مجرمانہ حملہ کیا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔ اس کے جسم پر سگریٹوں کے ڈیڑھ سو گہرے نشانات تھے اور اس کے چہرے کو داغ داغ کر کے مسخ کر دیا گیا تھا۔ ساواک کے مظالم سے محفوظ رہنے کے لئے بائیں بازو کے سرگرم کارکن اور چھاپہ مار آپریشن کے دوران اپنے پاس پوٹاسیئم سائنائٹ کے کیپسول رکھتے تھے۔ گرفتاری کے خطرے کی صورت میں وہ کیپسول نگل کر خود کو ساواک کے ایجنٹوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیتے تھے۔ ساواک کے خلاف ایرانی عوام میں کس قدر نفرت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ دنوں احتجاج کے دوران نوجوانوں نے اس کی عمارت پر دھاوا بول دیا اور اس میں آگ لگا دی۔ اپوزیشن کے رہنماؤں نے اپنے جو سیاسی مطالبات پیش کئے ہیں ان میں ایک مطالبہ یہ بھی ہے کہ ساواک کو توڑ دیا جائے اور عوام پر مظالم کے ذمہ داروں کو بے نقاب کر کے ان سے خون کے قطرے قطرے کا حساب لیا جائیگا۔

نومبر ۱۹۷۷ء میں شروع ہونے والا شاہ کے خلاف طلباء کا احتجاج عوام کے تاریخی مظاہروں سے گزرتا ہوا، افواج ایران میں پھوٹ سے ایک بالکل نئی مگر منطقی شکل اختیار کر چکا ہے۔ آیت اللہ شریعت مدار نے فتویٰ دیا تھا کہ مظاہرین پر فوج کی فائرنگ حرام ہے۔ آیت اللہ خمینی نے قبل ازیں کہا تھا کہ فوج عوام پر فائرنگ اور تشدد فی الفور بند کر دے ورنہ

...ایران کے بحران سے متاثر ہوگی

...و سے اسرائیل کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے

...یں کوئی مغرب نواز
...ے تو ایران پہلے سے کم تیل
...ے قریباً لاکھ بیرل یومیہ تیل برآمد
...ی اگر یہی جاری رہی تو امریکہ
...کے خیال میں صرف ۲۰ لاکھ
...کے انرجی ڈیپارٹمنٹ کے

اسسٹنٹ سیکرٹری ہیری برگولڈ کا کہنا ہے کہ "میرے خیال میں نومبر کے اوائل میں ایران نے اس سطح کو جان لیا ہے جس پر وہ اپنے قابل اعتماد مزدوروں، فوج اور نیوی کے ذریعے کام کر سکتا ہے۔"

اگر ایک عسکری جذبے والی مذہبی حکومت قائم ہو جاتی ہے تو ایران کے تیل کی برآمد کئی ماہ تک یا اس سے بھی زیادہ عرصے کیلئے منقطع ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں دنیا میں پیٹرول کا ذخیرہ غائب ہو جائے گا اور اسے استعمال کرنے والا مثلاً جاپان جو اپنے لئے ۱۹ فیصد تیل ایران سے حاصل کرتا ہے بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔ اسرائیل جو اپنے لئے تقریباً نصف تیل ایران سے حاصل کرتا ہے خاص طور سے کمزور ہو جائے گا لیکن اسرائیل کے پاس بڑے بڑے ذخیرے ہیں اور وہ میکسیکو، نائیجیریا اور انڈونیشیا میں نئے ذرائع تلاش کر رہا ہے۔ مبصرین کا خیال ہے کچھ تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک ممکن ہے اسرائیل کو تیل فروخت کرنے پر آمادہ ہو جائیں بشرطیکہ یہ چوری چھپے ہو سکے۔ اس کے علاوہ امریکہ نے اسرائیل کی ان ضرورتوں کو پورا کرنے کی ضمانت دے رکھی ہے جو کہیں اور سے پوری نہ ہو سکیں۔

ایران کا بحران جلد ہی تیل کی قیمتوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ جوں جوں تیل کی فراہمی کم ہوگی، کوٹا ختم ہوتی جائے گی۔ ایران ایک ہلکا خام تیل برآمد کرتا ہے جو گیسولین کیلئے کام آتا ہے اور کچھ ہلکے خام تیل آسان قسطوں پر فروخت ہو رہے ہیں۔ عنقریب ہی پیٹرول برآمد کرنے والوں ملکوں کی تنظیم کا اجلاس قیمتوں کے بارے میں گفت و شنید کے لئے منعقد ہوگا لیکن امریکی سرکاری حلقوں کا کہنا ہے کہ اگر ایران کی برآمد میں تعطل دیر تک رہا تو اس تنظیم کو ممکن ہے قیمتوں کے بارے میں کوئی اقدام نہ کرنا پڑے۔ اگر اگلے موسم بہار تک ایران میں تیل کی پیداوار میں نمایاں کمی جاری رہی تو اسکی قیمتیں پیٹرول برآمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم کی کوشش کے بغیر چڑھ جائیں گی۔

*

پرجوش
مظاہرین پر
فوج کا حملہ

ساواک نے چنگیز اور ہلاکو کو مات دے دی تھی

ان سے ایک ایک قتل کا حساب لیا جائے گا بعد ازاں انہوں نے افواج سے کہا کہ وہ شاہ کی حمایت ترک کر دے اور عوام کی حمایت میں اپنی رائفلوں کا رخ تبدیل کر لے۔ ہم نے گزشتہ شماروں میں ایران کی صورتحال کے حوالے سے پیشن گوئی کی تھی کہ آیت اللہ خمینی اور آیت اللہ شریعت مدار کے احکامات کے نتیجے میں فوج میں اپسیٹ آسکتی ہے۔ اس ہفتے تہران میں شاہی محل کے قریب دس سے پندرہ ہزار افراد پر مشتمل شاہی دستے کے فوجیوں کے درمیان گولیوں کا جو تبادلہ ہوا اس کے نتیجے میں ۱۵ فوجی افسر ہلاک اور تقریباً ساٹھ زخمی ہو گئے۔ عالمی نشریاتی ذرائع کے مطابق نچلے اور درمیانے درجے کے جوان بیرکوں کے باورچی خانے میں گھس گئے جہاں افسران ناشتے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ انہوں نے رائفلوں کے کئی راؤنڈ چلائے جس کے نتیجے میں پندرہ فوجی افسر ہلاک اور ساٹھ کے قریب زخمی ہو گئے۔ اس واقعہ کے علاوہ ایران کے مختلف مقامات پر نچلے درجے کے فوجی اسلحہ سمیت فرار ہو چکے ہیں۔ یا انہوں نے اعلےٰ افسران کے احکامات ماننے سے انکار کر دیا۔ ایران جیسی فوج میں بعض مبصرین کے نزدیک خانہ جنگی حیران کن ہے، کیونکہ تین لاکھ جوانوں پر مشتمل مسلح افواج کو شاہ نے ہر قسم کی سہولتیں اور مراعات دے کر "آسمانی مخلوق" بنا دیا تھا۔ اس مخلوق کے نزدیک شاہ کی بے اقتداری کا مطلب ان کے اعلےٰ مقام، مراعات اور سہولتوں کا خاتمہ ہے۔ مغربی مبصرین یہ ریمارک دیتے ہوئے شاید یہ بات بھول جاتے ہیں کہ مسلح افواج کے لوگ بھی بہرحال معاشرے کے طبقات سے تعلق رکھتے ہیں اور اس میں شیعہ علماء کی قربانی اور جادو بیانی کا گہرا اثر موجود ہے۔ مسلم ملکوں میں مذہب اور اعتقادات اپنا رنگ دکھائے بغیر نہیں رہتے۔ ایک غیر ملکی مبصر کا کہنا ہے کہ ایرانی عوام پر جوں جوں مظالم بڑھیں گے ان کے درمیان تضادات بھی بڑھتے جائیں گے۔ اگر وقت سے پہلے ایران کے سیاسی حالات ٹھیک نہ ہوئے تو فوج دو حصوں میں تقسیم ہو کر آپس میں الجھ سکتی ہے۔ ایک بھیانک خانہ جنگی منہ کھولے کھڑی ہے۔

ایران میں خانہ جنگی کے خطرات بڑھ چکے ہیں۔ شاہ اپنا تخت بچانے کے لئے فوج، حفاظتی پولیس اور ساواک کو استعمال کر رہے ہیں۔ ان اداروں کے افراد سادہ وردی میں ملبوس شاہ کی حمایت میں مظاہرہ کر رہے ہیں۔ انہیں جدید اسلحہ دے دیا گیا ہے۔ بی بی سی کے مطابق مظاہرین کو فوجی ٹرکوں اور گاڑیوں سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ شاہ کے حمائتی گزشتہ تین چار دنوں سے نہتے عوام پر گولیاں برسا رہے ہیں جس کے نتیجے میں اب تک سینکڑوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ تشدد کے ذریعہ عوام کو کچلنے کی حکمت عملی عارضی طور پر بھی مثبت ثابت نہ ہو گی مگر خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں عوام وسیع پیمانے پر مسلح ہو کر جوابی کارروائی شروع نہ کر دیں جیسا کہ آیت اللہ خمینی خبردار کر چکے ہیں کہ اگر گولیوں کی باڑھ بند نہ کی گئی تو عوام بھی گولی کا جواب گولی سے دیں گے۔

واحد سیاسی پارٹی وہ ہے جو یونیفارم پہنتی ہے

صدر کارٹر سی۔آئی۔اے پر برس پڑے

شہنشاہ کے دن پورے ہونے والے ہیں

ایران کی بگڑتی ہوئی صورتحال سے واشنگٹن میں حیرت لہر دوڑ گئی، یہاں تک کہ صدر کارٹر نے سی آئی اے کو لعن طعن کیا کہ وہ انہیں حالات سے آگاہ کرنے میں ناکام رہی۔ گزشتہ ہفتے انتظامیہ ایران کے بحران کے بارے میں اپنے تجزیے کو بہتر بنانے کے لئے مستعد ہو گئی۔ سابق انڈر سکریٹری آف اسٹیٹ جارج بال کو نیشنل سکیورٹی کونسل کا عارضی مشیر مقرر کیا گیا۔ انہیں پرشین گلف بشمول ایران کے مستقبل کے بارے میں رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان ہوڈنگ کارٹر نے وضاحت کی کہ "جارج بال روزمرہ کے معمولات سے قدرے دور ہیں اس لئے دوررس جائزہ لینے کے لئے ان کے پاس وقت ہے"۔

یہ دوررس جائزہ انتظامیہ کے لئے حوصلہ افزا نہیں ہے جس نے اب تک شاہ کی حمایت کی ہے کیونکہ اس کے پاس کوئی متبادل نہیں تھا لیکن جیسا کہ خود صدر کارٹر نے گزشتہ ہفتے اشارہ کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ کی مطلق العنانی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں خواہ مؤثر ہوں نہ ہوں متبادل راستے موجود ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ متوقع حسب ذیل ہیں۔

آئینی آمریت

امریکہ اور ایران کے فوجی لیڈر اس بات کو ترجیح دیں گے کہ شاہ بطور بادشاہ موجود رہیں لیکن وہ خود حکمران نہ رہیں۔ یہ صورت پیدا کرنے کے لئے ایران کو ایک سول مخلوط حکومت کی ضرورت ہوگی جس کے سربراہ مغرب نواز سابق وزیر اعظم علی امینی جیسا کوئی شخص یا کریم سنجانی ہوں جو نسبتاً اعتدال پسند نیشنل فرنٹ کے لیڈر ہیں اور جنہیں گزشتہ ہفتے تہران کی ایک جیل سے رہا کیا گیا ہے البتہ اب تک کوئی بھی ایسی کابینہ تشکیل نہیں دے سکا ہے جو ایک آئینی بادشاہت کی خدمت کے لئے آمادہ ہو سکے۔ سنجانی نے "نیوز ویک" کو بتایا کہ "موجودہ حالات میں میں قومی اتحاد کی کسی حکومت میں شامل ہونے پر تیار نہیں ہوں"۔

اتالیقی

شاہ کے لئے دوسرا سب سے زیادہ متوقع اقدام ولی عہد شہزادہ رضا کے حق میں دستبردار ہونا ہے جن کی عمر ۱۸ سال ہے جب تک رضا ۲۱ سال کے نہیں ہو جاتے، ملک پر ایک ریجنسی کونسل کی حکومت ہوگی۔ ایک اعلیٰ امریکی افسر نے گزشتہ ہفتے بتایا کہ "بدترین نتائج کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ریجنسی کے زاویئے کو بروئے کار لانے کی کوشش کر رہے ہیں بشرطیکہ حزب اختلاف اپنے پس و پیش پر قابو پا سکے۔ اب تک تو پس و پیش تقریباً ناقابلِ تسخیر نظر آتا ہے۔

امریکہ شاہ کو
یاد کرکے
کفِ افسوس ملے گا

جمہوریہ

اگر بادشاہت مکمل طور پر ناکام ثابت ہوتی ہے تو امینی، سنجانی یا کسی اور نسبتاً اعتدال پسند سیاستدان کی جمہوری حکومت قائم کی جا سکتی ہے لیکن اس قسم کی حکومت کو فوج اور عسکری مزاج رکھنے والے مسلمان لیڈروں کے مابین رکھنا ہوگا۔ اسے ایران کے مغرب میں تربیت یافتہ ماہرین کا عملی تعاون بھی حاصل کرنا ہوگا۔ درمیانہ طبقے کے چیدہ چیدہ لوگوں نے اب تک سیاست کے نشیب و فراز میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی ہے۔

اسلامی جمہوریہ

اگر اعتدال پسند ناکام ہو جائیں تو آیت اللہ روح اللہ خمینی کے جنونی پیرو اسلام کے بنیادی عقائد پر مبنی حکومت قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ جدیدیت ختم ہو جائے گی اور عین ممکن ہے کہ فوج اور اعتدال پسندوں کی طرف سے ایک فیصلہ کن ردعمل ہو۔

فوجی حکومت

ایک پختہ کار مغربی سفیر نے گزشتہ ہفتے کہا ہے "دنیا کے اس حصے میں واحد سیاسی پارٹی وہ ہے جو یونیفارم پہنتی ہے اگر شاہ کی حکومت ختم ہو جاتی ہے تو آپ شرطیہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی جگہ کوئی فوجی حکومت لے گی"۔ شروع میں حکمران فوجی جنتا کی سربراہی غالباً موجودہ عارضی حکومت کے سربراہ جنرل غلام رضا ازہری کریں گے۔ اگر گڑبڑ جاری رہی تو نوجوان فوجی افسران کو اقتدار چھین لینے کی انگیخت ہوگی۔ ممکن ہے وہ لیبیا کی طرز پر ایک "عوامی ری پبلک" قائم کریں جس کا مقصد اندرون ملک سماجی بہبود اور خارجہ پالیسی میں غیر جانبداری یا صاف طور سے مغرب دشمنی بھی ہو سکتا ہے اگر اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہے تو مشرق وسطےٰ کا سیاسی اور اقتصادی توازن بگڑ جائے گا اور امریکہ شاہ کے مطلق العنانی کے "سنہری دنوں" کو یاد کرکے ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔

ایران میں چھاپہ مار تنظیموں نے بھی اپنی کارروائیاں تیز کر دی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شاہ پرامن طریقے سے تخت سے دستبردار نہ ہوں گے۔ اقتدار کی پیاس عوام کے لہو سے بجھائی جاتی ہے۔ شاہ کو ہٹانے کے لئے ہاتھوں میں ہتھیار اٹھانا ہوگا۔ جبھی آزادی کی راہ ہموار ہوگی نارالسیرٹن آف لک ریویو کے مطابق فدائین جدید ہتھیاروں سے لیس اپنی راہ خود نکال رہے ہیں۔ ادھر تیل کے کارخانوں میں مکمل ہڑتال کا سلسلہ جاری ہے جس سے ایران کو یومیہ چھ کروڑ کا نقصان ہو رہا ہے۔

۱۹۷۳ء میں تیل کی قیمتوں میں جو اضافہ کیا گیا تھا اس سے ایران کو غیر معمولی آمدنی ہوئی تھی۔ عوام کی خواہش تھی کہ یہ رقم ان کی خوشحالی پر خرچ کی جائے۔ مگر ایسٹرن ریویو کے مطابق آمدنی کا بڑا حصہ امریکہ سے اسلحہ کی خریداری پر خرچ کیا گیا امریکہ چاہتا ہے کہ ایران کو اسلحہ کے اعتبار سے دنیا کا پانچواں بڑا ملک بنا کر اسے خلیج کا چوکیدار بنا دیا جائے

کارٹر نے ایران میں انسانی حقوق کو تار تار کر دیا ہے

تاکہ تیل کا حصول کسی ممکنہ گھپلے کا شکار ہو کر بند نہ ہو جائے۔

آیت اللہ خمینی نے ایران کی زراعت کی تباہی پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ شاہ کے سفید انقلاب نے زراعت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایران کے بیشتر حصوں کی غذائی ضرورت درآمدی اشیاء سے پوری کی جاتی ہے۔ زراعت پیشہ افراد کی بہت بڑی تعداد زراعت چھوڑنے پر مجبور ہو گئی۔ دیہات کے لوگ شہروں میں منتقل ہو کر معمولی درجے کے اجرتی مزدور بن گئے۔ صرف ۳۰ فیصد کھیتوں کو پانی ملتا ہے۔ روایتی زیر زمین کنویں، نہریں اور پانی کے ذخائر مناسب انتظام نہ ہونے کے باعث تباہ ہو چکے ہیں۔"

آیت اللہ خمینی کی باتوں کی صداقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ تیل کی دولت سے جو مصنوعی خوشحالی کا ڈھونگ رچایا گیا اس کا پردہ فاش ہو چکا ہے۔ محدود طبقے کے سوا معاشرے کے تمام طبقات غربت، افلاس اور پسماندگی کی آگ میں جھلس رہے ہیں۔ ایران میں شاہ کے خلاف موجودہ سیاسی ابھار کی محرکات میں معاشی ناانصافی بنیادی محرک ہے اس سے بچنے کی لاکھ کوشش کی جائے مگر یہ ظالم اپنا رنگ دکھا کر رہتی ہے۔

مزدوروں کی جدوجہد ملک بھر کے محنت کشوں کے لئے مشعل راہ ہو گی، کنیز فاطمہ

شپ یارڈ کی ہڑتال کے دوران کام کے ۵ لاکھ گھنٹے ضائع ہوئے

*

شوکت حیات

*

کراچی شپ یارڈ کے ۷ ہزار مزدوروں کی اپنے مطالبات منوانے کے سلسلے میں گیارہ روزہ کام چھوڑ ہڑتال کامیابی سے ہمکنار ہوئی ان کے مطالبات تسلیم کر لیئے گئے ۹ دسمبر سے مزدوروں نے دوبارہ کام شروع کر دیا ہے شپ یارڈ کے مزدوروں نے یکم اگست کو انتظامیہ کو اپنے ڈیمانڈ پیش کیے تھے جو ۷۸-۱۹۷۷ء میں شپ یارڈ کو ساڑھے چھ کروڑ روپے کا منافع کما کے دینے اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر تنخواہوں میں اضافہ، رہائش اور ٹرانسپورٹ کے الاؤنسز میں اضافہ اور دیگر مراعات مانگنے پر مشتمل تھے شپ یارڈ ورکرز یونین نے ۵ ماہ تک انتظامیہ سے سمجھوتے کی بھرپور کوشش کی لیکن انتظامیہ کی ہٹ دھرمی سے یہ تمام کوششیں ناکام ہوتی رہیں جب شپ یارڈ کے مزدوروں کے پاس اپنے مطالبات تسلیم کروانے کے لیے ہڑتال پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تو انہوں نے ۲۸ نومبر کی صبح سے کام چھوڑ ہڑتال کی ابتدا کر دی۔ انتظامیہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ شپ یارڈ کے ورکرز اس قدر بھرپور انداز اور منظم طریقے سے ہڑتال پر جا سکتے ہیں کیونکہ انتظامیہ نے خود اور اپنے دلالوں کے ذریعے مزدوروں کی مذہبی اور لسانی بنیادوں پر گروہ بندی کرنے اور ان میں تفرقہ ڈالنے کے لیئے ہر ممکن حربہ استعمال کیا تھا اور یونین کے رہنماؤں پر تشدد پسند اور ملک دشمن ہونے کے فتوے صادر فرما کر ان کے خلاف این آئی آر سی میں کیس رجسٹرڈ کرائے تھے۔ اور انہیں گرفتار تک کرانے کے لئے بھاگ دوڑ کی گئی ان کوششوں میں شپ یارڈ کے موجودہ منیجر ایڈمنسٹریشن (جو سابق ڈی آئی جی پولیس ہیں) پیش پیش ہیں۔ شپ یارڈ میں ہڑتال ہوتے ہی صوبائی اور مرکزی حکومت کے علاوہ نیشنل انڈسٹریل ریلیشنز کمیشن کی جانب سے ہڑتال کو غیر قانونی قرار دیئے جانے اور ورکرز کو کام پر واپس آنے کے حکم پر بھی ہڑتال ختم نہیں ہوئی۔ شپ یارڈ کے مزدوروں نے اپنے جائز مطالبات منوانے کے لیے ہڑتال پر جانے سے پہلے اس بات کا عہد کیا تھا کہ ان کی ہڑتال پرامن اور منظم طریقے سے ہو گی اور اپنے حقوق حاصل کرنے تک جاری رہے گی خواہ اس کے لیے انہیں کتنی ہی قربانی دینی پڑے۔

شپ یارڈ میں ۱۱ روز کی ہڑتال کے بعد ۹ دسمبر کی صبح سے کام دوبارہ شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے ان کے بنیادی مطالبات صوبائی لیبر سیکریٹری کے ایوارڈ کی صورت میں جسے انتظامیہ اور یونین نے بھی اپنا ثالث مقرر کیا تھا تسلیم کر لئے گئے۔ اس ایوارڈ کے تحت یکم جولائی ۱۹۷۸ء سے ورکرز کی بنیادی تنخواہوں میں ۵۰ روپے ماہانہ مکان کرایہ میں ۱۵ روپے ماہانہ اضافہ ٹرانسپورٹ الاؤنس میں ۴۰ روپے ماہانہ اضافہ اور حاضری الاؤنس ایک ماہ میں ایک غیر حاضری پر ۵۰ روپے کے اضافہ سے اوور ٹائم، گریجویٹی اور پراویڈنٹ فنڈ میں بھی اضافہ ہو گا۔ اس طرح کم از کم ۱۵۳ روپے ماہانہ ہر مزدور کی تنخواہ میں اضافہ ہو گا اس سمجھوتے کے تحت انتظامیہ کو ہر سال ایک کروڑ روپے سے زائد رقم ورکرز کو ادا کرنی پڑے گی۔ اس ایوارڈ میں طبی سہولتوں کی بہتر فراہمی اور کینٹین میں کھانے کے معیار کو بہتر بنانے پر بھی زور دیا گیا ہے ہڑتال کے دنوں کی تنخواہ فردی تک پیداوار کو نارمل سطح پر لانے کے بعد دی جائے گی اور باقی ماندہ غیر مالی مطالبات پر تین ماہ بعد انتظامیہ سے گفت و شنید کی جائے گی۔ شپ یارڈ میں ۷ ہزار ورکرز کی ہڑتال کے دوران کام کے ۵ لاکھ گھنٹے ضائع ہوئے جن کے تحت کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ اس کی تمام ذمہ داری نااہل مزدور دشمن اور افسر بابردار انتظامیہ پر عائد ہوتی ہے جس نے ۵ ماہ تک مطالبات کو پس پشت ڈالے رکھا اور مزدوروں کو انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا

شپ یارڈ کی ۱۱ روزہ ہڑتال سے ملک بھر کی مزدور تحریک پر مثبت اور دوررس اثرات مرتب ہونگے شپ یارڈ کے مزدوروں کی یہ ہڑتال ان حالات میں ہوئی جبکہ ملک گہرے معاشی، سیاسی اور روحانی بحران میں مبتلا ہے ۷ ارب روپے سامراجی قرضوں اور اس کے سود سے عوام کی کمر جھکی ہوئی ہے۔ صنعتی اور زرعی

باقی صـ۵۰

ایوب خاں کے نواسوں نے "ایوب خان ہائے ہائے" کے نعرے لگائے!

ظفر قریشی

ڈکٹیٹر پوری قوم کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھتا ہے

ایس ایم ظفر پہلے آمروں کا ساتھ دیتے ہیں اور پھر کتاب لکھتے ہیں

"نیا حاکم اپنی حکومت کے لئے آئینی جواز کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے عوام کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ ان کا حکمران ایک آئینی حکمران ہے کیونکہ آئینی حاکم کے لئے رد و بدل کرنا آسان ہے برخلاف اس کے ایک غیر آئینی حاکم کے لئے بہت مشکل ہے۔"

بادشاہ وقت کے تقاضے از ہاورڈ ر گنگز

ایک محفل میں گفتگو ہو رہی تھی کہ رہنمائی کا معیار بالکل پست ہو کر رہ گیا ہے۔ ہم چلے تھے سر سید احمد خاں کی رہنمائی میں، ان کے بعد ہمیں قائد اعظم بھی ملے اور قائد ملت بھی۔ قائد ملت کی سیاست سے آپ لاکھ اختلاف کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے ملک کے لئے جان دے دی، اس لئے ان کی اگر کچھ سیاسی خطائیں تھیں تو وہ درگزر کی جا سکتی ہیں ایک صاحب نے کہا۔ "دوستو، اس کے آگے کچھ نہ کہو کیونکہ مزید کچھ کہنے سے پر جل جائیں گے!" ایک احمق نوجوان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی اور وہ ناٹر تور ٹر بولتا رہا۔ قومی سیاست کے بارے میں اس کے تاثرات نوجوانوں کے جذبات کی عکاسی کرتے تھے اس کی تقریر دلپذیر کسی پولیس اسٹیٹ میں جوں کی توں پیش نہیں کی جا سکتی، تاہم چند نکات حاضر ہیں۔

۱: تیسری دنیا کے ممالک کی آزادی ایک سراب ہے۔

۲: تیسری دنیا کی معیشت امریکہ کا بین الاقوامی مالیاتی فنڈ کنٹرول کر رہا ہے۔

۳: چونکہ امریکہ اپنے ہاں جمہوریت برقرار رکھنا چاہتا ہے، اس لئے اس کی کوشش یہ ہے کہ تیسری دنیا کے ممالک میں آمر بر سر اقتدار رہیں جو اس کی جمہوریت کے لئے سہارا بنے رہیں۔

۴: برس ہا برس کی آمریت کے نتیجے میں تیسری دنیا کے ممالک میں رہنمائی کا معیار پست سے پست تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ رہنما کاسہ لیس، دروغ گو اور سازشی ہو جاتے ہیں۔

۵: سیاسی رہنما پیچھے سے جڑنے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کے قد گھٹتے چلے جاتے ہیں۔

۶: قد آور شخصیتوں کی عدم موجودگی میں بیرونی طاقتوں کے سہارے سے حکومت کرنے والے آمروں کو کھلی چھوٹ مل جاتی ہے اور اختلاف رائے کا پودا ٹھٹھر کر رہ جاتا ہے۔

۷: عوام کی حیثیت بھیڑ بکریوں کے ایک ریوڑ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ طاقتور پروپیگنڈے کے بل پر انہیں مختلف سمتوں میں ہانکنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ وہ متحد نہ ہو سکیں۔

۸: طاقت کا سرچشمہ عوام نہیں رہتے "کوئی اور چیز" بن جاتی ہے۔ لوگ اس کے جاہ و جلال اور تکبر سے سہمے رہتے ہیں کیونکہ قد آور سیاسی شخصیتوں کی عدم موجودگی میں کوئی ان کے افعال و اقوال پر انگشت نمائی کی ہمت نہیں رکھتا۔

۹: ذہنی طور پر ایک ٹھٹھری ہوئی قوم، سوائے کھیل کے میدانوں کے کسی اور شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دینے کے لائق نہیں رہتی اور یہ صورتحال آمر کی نظر میں بہت سازگار ہوتی ہے کیونکہ اس میں وہ کسی تردد و پریشانی کے بغیر باآسانی اپنی حکومت برقرار رکھ سکتا ہے۔

۱۰: اچھائی اور برائی کا معیار بدل جاتا ہے۔ خوشامد چاپلوسی اور جبل پڑی عام ہو جاتی ہے کیونکہ عام تاثر یہ ہوتا ہے کہ جب طاقت ہی اچھائی کا معیار ہے تو اسی کو برقرار رہنا چاہیئے۔

اس محفل میں جماعت اسلامی کے ایک ہمنوا بھی موجود تھے جو اتفاق کرتے تھے کہ جماعت سے بہت بڑی سیاسی غلطی ہوئی ہے جبکہ جمعیت علمائے پاکستان نے زیادہ سیاسی شعور کا ثبوت دیا ہے۔ تاہم ان کا کہنا تھا کہ اب جبکہ ہم اقتدار میں آ چکے ہیں تو ہماری کوشش یہ ہو گی کہ ہمیشہ برقرار رہیں۔ اس پر لوگوں کو ہر وقت کی حکومت کی لونڈی مسلم لیگ کے ایک رہنما ایس ایم ظفر کی ایک کتاب "ڈکٹیٹر کون" ؟ یاد آئی جس میں ڈکٹیٹروں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب جنوری ۱۹۷۵ء میں شائع کی گئی تھی اور مکتبہ اردو ڈائجسٹ نے شائع کی تھی۔ بظاہر اس کتاب کا مدعا بھٹو صاحب کو ڈکٹیٹر ثابت کرنا تھا لیکن وقت بھی کیسی ظالم چیز ہے وہ پوری کتاب میں کہیں کھل کر یہ بات نہ کہہ سکے اگر کہتے تو شاید جیل میں ڈال دیئے جاتے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ پے در پے آنے والی آمریت، اختلاف کے سوتے بند کر دیتی ہے۔ کند اور ٹھٹھرے ہوئے غبی دماغوں سے سوچنے والے جب رہنمائی کرنے آئیں تو ان سے اس سے زیادہ توقع بھی نہیں رکھنی چاہئیے۔ بہرحال قطع نظر اس حقیقت کے، ایس ایم ظفر نے جو مسلم لیگ پگاڑا گروپ کے سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے ہیں اور جن کے گروپ کا مطالبہ ہے کہ انتخابات ۱۹۸۱ء سے قبل نہیں ہونے چاہئیں۔ ڈکٹیٹر کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ڈکٹیٹر آنے سے پہلے تو پیر تسمہ پا کی طرح معصوم دکھائی دیتا ہے مگر اقتدار میں آنے کے بعد وہ ملک و ملت کی گردن پر اس طرح سوار ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے پھر کسی میں دم مارنے کی مجال نہیں رہتی۔ وہ جس طرح کہتا ہے قوم اسی طرح سے اس کے کہنے پر چلنے لگتی ہے وہ جہاں باگ روک لیتا ہے، رک جاتا ہے اور جس طرف لے جاتا ہے چل پڑتی ہے۔ عام طور پر ڈکٹیٹر اس خوشی میں مبتلا ہوتا

معاشی بدحالی کا فائدہ فوج کے طالع آزما اٹھاتے ہیں

ہے کہ وہ اپنے پیشروؤں سے کہیں زیادہ ہوشیار، چالاک اور عیار ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بہت لائق فائق اور قابل سیاست دان ہے اور وہ یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اس سے پہلے کے ڈکٹیٹروں کی ناکامی کا محض یہی سبب ہے کہ وہ سیاسی طور پر کمزور تھے اور کامل سیاست داں نہ ہونے کے سبب ناکام ہوتے چلے گئے۔ القصہ مختصر یہ ذہنی مریض ایک لاشعوری قوت کے تحت، اور اپنے آپ کو بچانے کی جبلّت کے تابع ہو کر ہر نتیجے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر ایک عذاب کی صورت میں قوم کی مکمل تباہی کا سامان لئے اپنی منزل کی طرف چلتا جاتا ہے۔ جب کسی صاحب اقتدار کو پاکستان میں غیر جمہوری قدم اٹھانا پڑا، اس نے ملک کے بارے میں قوم کے اس خوف سے کہ ملک کو بیرونی خطرہ لاحق ہے خوب فائدہ اٹھایا حتیٰ کہ اس نے اپنے غیر جمہوری اقدام اور ملکی سالمیت کو لازم و ملزوم قرار دے کر قوم کو مجبور کر دیا کہ وہ اس کے غیر جمہوری اقدامات کو پسند کرے۔

کٹھ پتلی حکومت کا دوسرا اصول یہ طے پایا کہ جب کٹھ پتلی ذرا متحرک ہونے لگتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ اس میں کچھ جان پیدا ہو گئی تو پھر اس کی نیّت پر شک و شبہ کیا جاتا ہے اور اسی بنیاد پر پھر اسے قوت کے سرچشمے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

ڈکٹیٹر کے خلاف جلد یا بدیر نفرت کا دو طرفہ عمل شروع ہو جاتا ہے۔ قوم اپنے ڈکٹیٹر سے اور ڈکٹیٹر اپنی قوم سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ ڈکٹیٹر شپ کے ڈرامے میں نفرت کا یہ سین اٹل ہے اور ڈرامے کے اس پلاٹ کو کسی بھی ڈکٹیٹر کی کوشش سے محبت میں نہیں بدل سکتا۔"

جناب ایس ایم ظفر آگے چل کر، "کچھ اپنے محی" ایوب خان کے بارے میں، جن کو فیلڈ مارشل لکھتے ہوئے ان کا "قلم کبھی نہیں جھکتا"، فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے نہایت بے چارگی سے مجھے بتایا کہ انہوں نے خود اپنے کانوں سے اپنے نواسوں کو ملازم کے بچوں کے ساتھ کھیل کے میدان میں دوڑتے بھاگتے، بڑی معصومیت سے "ایوب ہائے ہائے" کے نعرے لگاتے سنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو وہ بھلا اب حکومت میں کس طرح دلچسپی لے سکتے ہیں؟ ایس ایم ظفر صاحب کے بقول یہ واقعہ فروری ۱۹۶۹ء کا ہے۔

اسی باب میں موصوف آگے چل کر فرماتے ہیں:

ہوتا یوں ہے کہ ابتدا میں ڈکٹیٹر اپنے احساس برتری سے مجموعی طور پر پوری قوم کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھتا ہے اور مختلف قومی مسائل پر صرف اپنی رائے اور خیال ہی کو مقدم اور درست جانتا ہے۔ اس کے کٹھ پتلی ساتھی جو پابہ رکاب رہتے ہیں اس فکر اور سوچ کو یقین میں بدل دیتے ہیں گرچہ ڈکٹیٹر کا رویّہ ان کے ساتھ ذلت آمیز ہوتا ہے اور وہ کان کے بارے میں حقارت سے یہ رائے قائم کرتا ہے کہ حکومت کے کاروبار میں یہ لوگ مجھے کیا بتا سکیں گے۔ میں خود عقلِ کل ہوں تاہم وہ اس کا ساتھ دیتے چلے جانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اپنے مخالفین کے متعلق ڈکٹیٹر کی رائے انتہائی ہوتی ہے وہ انہیں بدنیت قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ لوگ جان بوجھ کر اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ ہیں وہ عوامل جن کی وجہ سے ڈکٹیٹر اپنی قوم سے دور ہونا شروع کر دیتا ہے۔

جنرل آغا یحییٰ خان کے بارے میں جناب ایس ایم ظفر اپنی کتاب "ڈکٹیٹر کون؟" میں فرماتے ہیں:

جنرل یحییٰ خان جب اقتدار میں آئے تو لوگوں سے اپنی کس قدر تعریفیں کرواتے تھے پھر جب ان پر قدرت کی طرف سے گرفت ہوئی تو وہ روز بد بھی آیا کہ انہیں سرکاری کمیٹی کے سامنے گڑگڑانا پڑا اور فریاد کی کہ ان کی نظربندی ختم ہو اور انہیں رہا کر دیا جائے۔

یہ فروری ۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ جنرل عمر کے بیٹے کی شادی کی تقریب میں جہاں جنرل یحییٰ خان موجود تھے، وہاں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا (واضح رہے کہ جناب ایس ایم ظفر ہمیشہ سے حلقۂ اقتدار میں رہنے کے قائل ہیں) اور میں اس سلسلے میں اسلام آباد پہنچا۔ اپنی وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ جنرل یحییٰ خان سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے اسی گفتگو کے بعد میری کتاب "بحران سے" کے متعلق بھری مجلس میں نہایت غرور اور تکبّر کے ساتھ یہ کہا "مجھے تمہاری کتاب سے اختلاف ہے تم نے فوج کے بارے میں صحیح باتیں نہیں لکھیں" ان کا اشارہ میری کتاب کے اس باب کی طرف تھا جس میں تفصیل سے یہ لکھا ہے کہ سیاسی بدحالی کا فائدہ فوج کے طالع آزما اٹھاتے ہیں اور یہ کہ ایوب خاں (واضح رہے کہ انہیں بعد میں عدلیہ کی طرف سے غاصب قرار دیا گیا تھا) سے حکومت یحییٰ خاں اور اس کے ساتھیوں نے حاصل کی تھی۔ (بہرحال) میں نے جواب دیا۔ "کتابیں اس لئے لکھی جاتی ہیں کہ کچھ لوگ ان سے اختلاف کریں۔ اور اس طرح سے حقیقت نگاہوں کے سامنے آ جائے"۔

جنرل عمر نے یہ خیال کر کے کہ اس گفتگو سے کہیں بدمزگی پیدا نہ ہو جائے، لقمہ دیا اور کہا۔ "جناب والا! دو الگ الگ نقطۂ نظر بھی تو ہو سکتے ہیں"۔

اگرچہ جنرل یحییٰ خان نے شدت کے ساتھ اختلاف کیا تاہم اس واقعہ کے چند ماہ بعد ہی ان کی رائے اور اختلاف بالکل بے معنی ہو کر رہ گیا۔ سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاکستان کے عوام کو جنرل یحییٰ خان کے نام تک سے نفرت ہو گئی اور ان کے زمانۂ اقتدار کے قصے اور کہانیاں جو لوگوں نے ایک دوسرے سے سن رکھی تھیں، نہایت بے باکی سے اخبارات اور رسائل میں شائع ہوئیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر یحییٰ خاں نظربند نہ کئے جاتے تو پاکستان کے غصے میں بھرے ہوئے عوام انہیں ضرور ان کے ٹھکانوں سے ڈھونڈ نکالتے۔

یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ ڈکٹیٹر شپ ایک غیر فطری کیفیت ہے اس کا جادو آخر کار سامری کے جادو کی طرح بے اثر ثابت ہوتا ہے۔ یہ غیر فطری کیفیت کبھی مستقل امر نہیں بن سکتی۔

فیئر پلے فاؤل پلے بن چکا ہے

رسول بخش پلیجو کی پریس کانفرنس

کیا سندھ اور بلوچستان میں مشرقی پاکستان کا ڈرامہ رچایا جائے گا

سماج کی گندگی پر اصلاحِ معاشرہ کا اسپرے کیا جا رہا ہے

۲ دسمبر ۱۹۷۸ء کو لاہور میں پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے ایک پریس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں تحریک کے سیکرٹری جنرل جناب رسول بخش پلیجو کے علاوہ تحریک میں شامل دوسری تنظیموں کے نمائندے علی باور، شیر علی باچہ، امتیاز عالم، پرویز صالح، اسمٰعیل سولنگی اور ناصر زیدی موجود تھے۔ پریس کانفرنس میں تحریک کے سیکرٹری جنرل رسول بخش پلیجو کا دستخط کردہ ایک بیان تقسیم کیا گیا جس کا متن حسبِ ذیل ہے۔

گزشتہ اکتیس سال میں سامراج کے طفیلی حکمران معاشی و سیاسی اور ثقافتی و سماجی میدانوں میں بار بار بری طرح سے ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ اپنے عوام دشمن اور وطن دشمن مفادات کی تکمیل کے لئے انہوں نے محنت کش طبقوں اور مظلوم قومیتوں کو بدترین جبر و استحصال کو نشانہ بنایا ہے اور ملک کو بار بار بحرانوں کا شکار کئے رکھا ہے۔ ان بحرانوں کو جو جدید نوآبادیاتی نظام کی پیداوار ہیں وقتی طور پر ٹالنے کے لئے جو طریقے اور راستے اختیار کئے گئے وہ بنیادی طور پر بحران کو مزید شدید کرنے اور مظلوم طبقوں اور مظلوم قومیتوں کی لوٹ کھسوٹ اور جبر و استبداد میں اضافے کا باعث بنے۔ ان حکمرانوں نے اپنے سامراجی آقاؤں کی فرمانبرداری میں ملک کو سامراجی، معاشی و سیاسی اور ثقافتی شکنجے میں کس دیا۔ استحصالی طبقوں کی لوٹ کھسوٹ کو قائم رکھنے کے لئے نئی نئی حکمتِ عملیاں اختیار کی گئیں، مظلوم طبقوں اور مظلوم قومیتوں کو جبر و تشدد سے کچلنے کے لئے فوجی نوکر شاہی اور شخصی آمریتوں کا سہارا لیا گیا اور ایسا "مضبوط مرکز" مسلط کیا گیا جس نے نوآبادیاتی غلبے کی شکل اختیار کر لی۔ اس سارے استحصالی دھندے کے لئے اسلام "نظریہ پاکستان" "مضبوط مرکز" اور "ملکی سالمیت" کے نعروں کو استعمال کیا گیا لیکن اس کے جو نتائج برآمد ہوتے تھے، وہ ہمارے سامنے ہیں! - تباہی، مزید تباہی، بدحالی، مزید بدحالی طبقاتی و قومی نابرابری، مزید طبقاتی و قومی نابرابری۔ سامراج کی دست نگری، مزید دست نگری۔ آمریت، مزید آمریت .... اور یہ سلسلہ آج اپنے عروج پر ہے اور حکمرانوں کی سامراج نوازی، فرسودگی، جبر و تشدد اور عوام دشمنی اپنی انتہا پر ہے اس کا کیا انجام ہوگا؟ ... کیا عوام اس اندھی تباہی اور لوٹ کھسوٹ کو قبول کر لیں گے؟ ... کیا اس طرح ملک کا کوئی مسئلہ حل ہو سکے گا؟ ...... کیا اسلام کے نام نہاد ٹھیکیداروں کی ملوکیت کے کوڑے اور جابرانہ ضابطے جمہوریت پسند، وطن دوست اور ترقی پسند قوتوں کا راستہ روک سکیں گے؟ .... ہمارے خیال میں سامراجی راتب، محنت کشوں اور مظلوم قومیتوں کے خون پر پلنے والے اور نظریہ ضرورت کی منطق میں ڈوبے ہوئے حکمرانوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے! ... اس کا جواب آج صرف ترقی پسند، جمہوریت دوست اور وطن دوست قوتوں کے پاس ہے۔

موجودہ بحران گزشتہ بحرانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ وسیع گہرا اور گمبھیر ہے کیا یہ ایک ایسا بحران ہے جو ایک مقدمہ قتل کے فیصلے "نظام مصطفےٰ یا نظام اسلام" کی خالی خولی گتکے بازی فوج شاہی، پولیس شاہی کارروائیوں "صالحین" اور ان کے "مردِ مومن" کی سماج کی گندگی پر "اصلاحِ معاشرہ" کے اسپرے سے حل ہو جائے گا؟ بلکہ یہ ایک ایسا بحران ہے جو اس نظام کے جدید نوآبادیاتی سرطان کا آخری مرحلہ ہے جس سے اس کے بچ نکلنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ موجودہ معیشت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔ بیرونی قرضوں، کفایت شعاری کی سطحی کوششوں، بڑے تاجروں اور صنعت کاروں کی پشت پناہی، پیداوار بڑھانے کے بے نتیجہ اقدامات اور تجارتی خسارے میں کمی کے بے تکے حربوں سے سرکاری تحویل میں لی گئی صنعتوں کو واپس کرنے یا مزید صنعتوں کو سرکاری تحویل میں لینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آج ملک میں ہم دیکھتے ہیں کہ جو تھوڑا بہت گذارہ چل رہا ہے تو صرف یہاں کے محنت کشوں کی استحصال تلے دبی ہوئی محنت، بیرونِ ملک خون پسینہ ایک کرنے والے محنت کشوں اور ماہرین کا زرِ مبادلہ ہے۔ موجودہ حکومت گزشتہ حکومت کی اختیار کردہ اقتصادی پالیسیوں کو زیادہ بھونڈے طریقے سے پوری نااہلی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہے۔ مہنگائی، بیروزگاری، خسارے اور پیداوار کی تنزل میں روزافزوں اضافہ ہو رہا ہے اور اس بجٹ سال کے آخر تک معاشی بحران بھیانک صورت میں ظاہر ہوگا۔

سیاسی طور پر موجودہ حکومت کی ناکامی کہیں زیادہ شدید ہے "نوے روزہ" "ایکشن فیئر پلے" "فاؤل پلے" میں بدل گیا ہے انتخابات کرانے کی بجائے موجودہ حکمرانوں نے قومی اتحاد سے گٹھ جوڑ کر کے ایک غیر منتخبہ عوام دشمن حکومت مسلط کر دی ہے جس نے احتساب کی آڑ میں تمام جمہوری حقوق و آزادیوں کو سلب کر دیا ہے۔ جمہوریت پسند اور وطن دوست عناصر پر طرح طرح کے عذاب ڈھائے جا رہے ہیں۔ مزدوروں، کسانوں، صحافیوں، دانشوروں، طلباء اور جمہوریت پسند سیاسی کارکنوں کی طبقاتی و جمہوری جدوجہدوں کو بہیمانہ تشدد اور دیگر اوچھے حربوں سے کچلا جا رہا ہے۔ مظلوم قوموں اور چھوٹے صوبوں کے حقوق پامال کئے جا رہے ہیں۔ ان پر قومی جبر و استحصال پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گیا ہے۔ سندھ اور بلوچستان میں قتلِ عام کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اخبارات پر سنسر شپ عائد ہے حق ہڑتال چھین لیا گیا ہے۔ عوام دشمن، رجعت پسند سامراجی دلالوں کو ہر طرح کی سہولتیں اور کھل کھیلنے کے مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ عدلیہ کو انتظامیہ کے سامنے بے بس بنا دیا گیا ہے۔ مارشل لاء کے نت نئے ضابطوں کے خاردار تاروں کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ تمام صوبوں کے سامنے موجودہ نظام اور موجودہ حکمران ٹولے کا کردار کھل کر ننگا ہو گیا ہے اور جمہوریت پسند اور مظلوم قوموں کی ان سے اور ان کے نظام

سے نفرت شدید ہوگئی ہے۔ حکمرانوں کی ان معاملات کو طے کرنے اور حالات کو درست کرنے کی اہلیت نااہلی کی اعلیٰ سطح پر پہنچ گئی ہے۔ ان میں باہم انتشار بڑھتا جا رہا ہے جس کا اظہار قومی اتحاد کے انتشار کی صورت میں سامنے ہے جوں جوں سیاسی انتشار بڑھ رہا ہے، حکمران جمہوریت کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے، آمریت کو مضبوط تر کر رہے ہیں جو ان کی . . . اور عوامی . . . . اور جد وجہد کو آگے بڑھائے گی۔ مظلوم قوموں اور چھوٹے صوبوں کے عوام میں اس فوج شاہی اور مضبوط مرکز کی قومی بالادستی سے ٹکراؤ کے حالات بن رہے ہیں۔ . . . . . حکمران سندھ اور بلوچستان میں مشرقی بنگال کا خونی ڈرامہ رچانے کی تیاری کر رہے ہیں اور اس طرح اس ملک کو مٹانے کے حالات پیدا کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی طور پر پاکستان کو سعودی عرب کی سامراج نواز حکومت سے نتھی کر دیا گیا ہے اور افغانستان کی موجودہ سامراج دشمن و عوام دوست حکومت کے خلاف جارحیت کرنے اور ایران میں ڈوبتی شہنشاہیت کو بچانے کی مذموم پالیسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔

موجودہ بحران کو حل کرنے اور موجودہ فوجی نوکر شاہی ملوکیت کے خلاف عوام کی جمہوری، قومی اور طبقاتی جد وجہد کو صحیح عوامی انقلابی تقاضوں پر چلانے کے لئے عوام دوست وطن دوست، جمہوریت پسند اور انقلابی قوتوں کے مابین متحدہ محاذ آج کی سب سے بڑی ضرورت ہے چونکہ عوام کی بکھری ہوئی جد وجہدوں سے وہ نتائج برآمد نہیں کئے جا سکتے جو اس تاریخی مرحلہ کا اہم تقاضہ و ضرورت ہیں۔ ماضی میں محنت کش عوام اور مظلوم قوموں کی جد وجہد اس لئے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکیں کہ ان کی قیادت استحصالی طبقوں کے افراد اور ایسے عناصر پر مشتمل تھیں جو ان تاریخی فریضوں کو پورا نہیں کر سکتی تھیں۔ ان قیادتوں نے ہمیشہ دوغلے پن اور عوام کے مقصد سے غداری کی، جس کے سبب یہ تحریکیں ممکنہ کامیابی حاصل نہ کر سکیں۔ بائیں بازو کی آٹھ تنظیموں، سندھ عوامی تحریک، پاکستان نوجوان محاذ، سندھ ہاری کمیٹی، پختون خواہ مزدور کسان پارٹی، پنجاب جمہوری فرنٹ، پنجاب مزدور کسان پارٹی (ورکرز گروپ) پنجاب محنت کش محاذ، سندھ لیبر آرگنائزنگ کمیٹی نے وسیع تر جمہوری، قومی اور ترقی پسند عناصر کو متحد کرنے کے لئے پاکستان عوامی تحریک کے نام سے ایک کنوینگ کمیٹی تشکیل دی ہے جس کا مجھے کنوینر مقرر کیا گیا ہے۔ فی الحال اس کمیٹی میں تین صوبوں، سندھ، سرحد اور پنجاب سے نمائندگی ہے۔ دیگر تنظیمیں جو ابھی اس میں شامل نہیں ہو سکیں انہیں بھی اس میں شامل کیا جائے گا۔ بلوچستان سے بھی عوام کے سچے، قومی و جمہوری رہنماؤں اور تنظیموں کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔ پاکستان عوامی تحریک کے دروازے ہر ایسی تنظیم کے لئے کھلے ہیں جو اس کی جمہوری و قومی اور طبقاتی جد وجہد میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوں گی بائیں بازو کی وہ تنظیمیں جو اس میں شامل نہیں ہیں ان سے بھی جمہوری و قومی مسئلوں پر جد وجہد میں اشتراک عمل کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں پاکستان عوامی تحریک ایسی جماعتوں سے بھی متحدہ محاذ بنائے گی جو اقتدار میں شامل نہیں اور اس مرحلہ پر جمہوری و قومی جد وجہد کو آگے بڑھانے پر مجبور ہیں لیکن اس بھرپور اور صحیح رہنمائی کرنے کی اہل نہیں ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک دنیا بھر کے مظلوم عوام و اقوام کی سامراج کے خلاف ہر جد وجہد کے ساتھ ہے ایران کے مظلوم عوام کی شہنشاہیت اور سامراجیت کے خلاف جمہوری اور قومی جد وجہد کی پر زور حمایت کرتی ہے مشرق وسطیٰ میں سامراجیت، صیہونیت کے خاتمے اور کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کی فلسطین دشمن، عرب عوام دشمن سازش کی پر زور مخالفت کرتی ہے اور فلسطینی عوام کے حق خود اختیاری، آزاد فلسطین کے قیام اور عرب علاقوں کی واپسی کے لئے جد وجہد کی پر زور حمایت کرتی ہے۔ تحریک افغانستان کی موجودہ حکومت کے ساتھ برادرانہ تعلقات کا مطالبہ کرتی ہے اور تمام اشتعال انگیزیوں، مداخلت اور جارحیت کے منصوبوں کی مذمت کرتی ہے۔ فلپائن، تھائی لینڈ انڈونیشیا، بنگلہ دیش، رہوڈیشیا، زمبابوے، زائرے چلی اور دیگر ملکوں کے عوام کی جمہوری و قومی اور انقلابی جد وجہد کی مکمل حمایت و معاونت کا اعلان کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ یہ تحریکیں دنیا بھر کے عوام کی نجات اور ایک پر امن، خوشحال اور آزاد دنیا کے قیام کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک ملک کی موجودہ صورتحال میں درج ذیل کم از کم پروگرام پر وسیع تر متحدہ محاذ تشکیل دینے اور عوام کی جد وجہد کو ان نکات پر منظم کرنے کا اعلان کرتی ہے۔

(۱) جمہوریت کی بحالی: انتخابات کا فوری انعقاد، انتخابات کی تاریخ کا تقرر جو مارچ سے قبل ہو۔ مارشل لا کے ضابطوں کے خاتمے، فوجی عدالتوں کے خاتمے، سنسر شپ کے خاتمے، تمام شہری حقوق اور آزادیوں کی بحالی، تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی، احتساب کے غیر جمہوری طریقے کے خاتمے، سیاسی مخالفین کے خلاف مقدمات کے خاتمے، ٹریڈ یونین سرگرمیوں اور حق ہڑتال کی بحالی۔ تحریر و تقریر اور نظریہ کی آزادی۔

(۲) جمہوری وفاق: مکمل صوبائی خود مختاری، چار محکموں (خارجہ، کرنسی، مواصلات، دفاع) کے سوا تمام شعبے صوبوں کی تحویل میں دیئے جانے، مختلف صوبوں کے قومی ذرائع پر متعلقہ قومیتوں کا حق تسلیم کیا جائے، قومی نابرابری کی تمام شکلیں ختم کی جائیں، ملازمتوں میں قومی عدم مساوات ختم کی جائے۔ سندھ اور بلوچستان کی زمینوں کی سندھیوں اور بلوچوں کو واپسی۔

(۳) تمام قومی زبانوں سندھی، بلوچی، پشتو اور پنجابی کو سرکاری طور پر تسلیم کرانے اور انگریزی کی بالادستی کے خاتمے۔

(۴) سامراجی معاہدے ختم کئے جانے، بیرونی سرمائے کی ضبطی، آزاد اور وطن دوست خارجہ پالیسی کے اختیار کئے جانے۔

(۵) موجودہ نوکر شاہی فوجی جدید نوآبادیاتی ڈھانچے کے خاتمے اور . . . نوکر شاہی غلبے کے تمام امکانات کے سدباب کے لئے۔

(۶) موجودہ حکومت فوراً مستعفی ہو اور ایسی نگران حکومت کی تشکیل جو صرف انتخابات کا انعقاد کروائے اور اس کے بعد اقتدار منتخبہ نمائندوں کو منتقل کر دے۔

(۷) جاگیرداری ختم کی جائے اور گماشتہ، اجارہ دار نوکر شاہی سرمایہ داری کا خاتمہ۔

(۸) عورتوں کو مردوں کے مساوی حقوق اور تمام شعبوں میں شرکت کے بھرپور مواقع۔

(۹) مذہبی اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ اور ترقی کے مساوی مواقع، فرقہ واریت کا خاتمہ۔

(۱۰) کم از کم اجرت کا تعین جو اس مرحلہ پر ۹۵۰ روپے ماہوار ہو۔

پاکستان عوامی تحریک اس کم از کم فوری پروگرام کے لئے ملک بھر کے عوام، جمہوریت پسند، وطن دوست اور ترقی پسند قوتوں کو متحرک و متحد اور منظم کرے گی تاکہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک وسیع تر جمہوری و قومی جد وجہد کی جا سکے۔ پاکستان عوامی تحریک، پاکستان کی مختلف قومیتوں کے عوام اور ترقی پسند، وطن دوست جمہوری عناصر سے پر زور اپیل کرتی ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے میدان میں نکل آئیں۔ ایک وسیع تر متحدہ محاذ تشکیل دیں پاکستان عوامی تحریک اس مقصد کے لئے کسی قربانی اور جد وجہد سے گریز نہیں کرے گی۔

ایمان غریبوں کا نہیں

سرمایہ داروں اور ان کے حواریوں کا کمزور ہے

ہم بھی انقلاب چاہتے ہیں اور یہ خیال پروان چڑھتا رہے گا

مصطفیٰ گوکل اکنامی نہیں چل سکتی

سحر گل خٹک

ایک طرف پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتِ حال ہے اور دوسری طرف افغانستان میں روزبروز آمادہ بہ ترقی جناب ترہ کئی کا عوامی انقلاب ہے۔

اِن دو انتہاؤں ہی معلق بلوچستان اور سرحد کے عوام ہیں۔

پاکستان پر کٹر رجعت پرست اور مذہبی جنونی گروہ جماعت اِسلامی کا غلبہ یا شبخوں کہہ دیجیئے جانے کس سمت اس مملکتِ خداداد کو لے جائے۔ بڑے تجزیئے تو بڑے مفکر ہی کرتے ہیں۔ ہمارے ذہن تو ایک ہی بات قبول کرتے ہیں کہ جناب نور محمد ترہ کئی نے برائی کی سب سے بڑی بنیاد اراضی کو نشانہ بنایا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں "نظام مصطفےٰ" کے دعویداروں نے اِس ام الخبائث کو تقدس کا مقام بخش دیا ہے ارباب سکندر نے جیل سے آتے ہی پاک ماربل ایمپلائیز یونین کے نائب صدر کو نہ صرف گھر سے بیدخل کیا بلکہ اس کے مکان کو بلڈوز کرادیا۔ اور اب وہاں اِس سال گندم کی فصل بوئی جارہی ہے۔ جناب ترہ کئی صاحب نے زمینوں کو کاشت کاروں میں تقسیم کر دیا اور ہشت نگر اور مالاکنڈ میں ہم نے کاشت کاروں کو بیدخل کیا اور شہروں کی طرف دھکیل دیا۔ اس لئے کہ شہر میں بیروزگار کم ہو گئے تھے۔ اور جس کسی نے سر اُٹھایا اسے مفرور اور ڈاکو بنا کر بند کر دیا اور جو ذرا زیادہ ڈھیٹ واقع ہوا اُسے پولیس کے مقابلہ میں مروا دیا کہ "پولیس کا ہے فرض مدد آپ کی"

نور محمد ترہ کئی کا نام ہم سب کے لئے نیا ہے۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے نہ صرف پاکستان کے مظلوم عوام میں مقبولیت حاصل کر لی ہے بلکہ دنیا بھر کی توجہ اپنی طرف مبذول کروالی ہے۔ افغانستان نہ صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک تھا اور نہ ہی فنی اور تعلیمی اور معاشرتی لحاظ سے بلکہ وہاں کا معاشرہ قدیم جاگیردارانہ رشتوں پر استوار رہا ہے۔ وہاں مسائل کی نوعیت ہمارے ملک سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ نام و نہاد فرقہ واریت اور مذہبی دیوانگی اور خبط جو معاشرے کو جوں کا توں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک کی نسبت زیادہ قوی ہیں لیکن اقتدارِ اعلیٰ نے اِن جذبات کا بیحد احترام کیا ہے اور اسے سائنسی انداز سے سمجھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے برعکس ہمارے ملک میں وہی تجربہ اُلٹے انداز سے کیا جارہا ہے۔ اسلام کے نام پر فسطائیت، میکار تھی ازم جاگیرداریت، سرمایہ دارانہ معیشت اور جبر و استبداد کے قوانین کو عام پاکستانیوں کے سروں پر مسلط کیا جارہا ہے۔ کیا یہی اسلام کی خدمت ہے! ریاستی ڈھانچہ طبقاتی معاشرے میں ہمیشہ اقلیتی گروہ یعنی جاگیردار، سرمایہ دار اور ان کے پٹھوؤں کی بقار کا تحفظ کرتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں کیا ہم یہ سمجھنے پر مجبور نہ ہوں گے کہ ہمیں خوفناک بحرانات کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔

صاف بات ہے ہمیں نعروں سے غرض نہیں پاکستان سبز رہتا ہے یا سرخ اِس خاکی دھرتی کے سانولے کملائے ہوئے افلاس زدہ مزدور اور کسان اور دانشور اور طالب علم اپنے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔ وہ سامراجی تسلط سے آزاد غریب پرور پاکستان کی تعمیر و ترقی کے خواہشمند ہیں۔ وہ بیدخلیوں، تالہ بندیوں، کوڑوں کی سزاؤں اور معاشی تنگدستی اور بے یقینی پاکستان کے بارے میں ہمیشہ متذبذب اور مایوس رہیں گے۔ وہ داؤد، سہگل، ہارون، جنرل حبیب اللہ مصطفےٰ گوکل کے کبھی بھی وفادار نہیں رہیں گے۔ جن کے نت نئے تجربے عام محنت کش شہری اور دیہاتی کو ہمیشہ تختۂ مشق بناتے رہے ہیں۔

غریب آدمی کا ایمان نہ پہلے کمزور تھا اور نہ اب کمزور ہے۔ انہوں نے خدا اور رسول کو ہر شے پر ترجیح دی ہے ایمان اُن کا کمزور ہے جنہوں نے ابھی تک اپنا سرمایہ سوئیزرلینڈ کے بنکوں میں محفوظ کیا ہوا ہے۔ جن کی اولاد بھی امریکہ میں ہیں اور جن کے پاس دوہری شہریتیں ہیں۔

اسی لئے تو حنیف رامے حق بجانب ہے یہ کہنے میں کہ "پاکستان کا حکومتی ادارہ ایک ایسی مشین بن چکا ہے جس میں بھلا سے بھلا آدمی بھی ڈال دو تو کُتا بن کر نکلتا ہے اور ہائے ہائے کے نعروں سے رخصت کر دیا جاتا ہے"۔ اسی لئے بنیادی خامی نظام کی ہے۔ نہ تو ملی جلی معیشت کا فارمولا کامیاب ہو سکتا ہے اور نہ ہی نظامِ مصطفےٰ کی آڑ میں مصطفےٰ گوکل کی اکونومی چل سکتی ہے۔

ہم تقابلی مطالعہ کی بات کر رہے تھے۔ افغانستان اور پاکستان کی۔ میرے ایک رشتہ دار جو حال ہی میں کابل سے تشریف لائے ہیں، بتانے لگے کہ میں صرف اس لئے گیا تھا کہ وہاں خوف و ہراس اور عوام کی بد دلی کا جائزہ لوں وہاں تو وہی چہل پہل اور رونقیں ہیں۔ ہاں البتہ انقلاب کی حمایت میں ایک جلوس میں میں نے خود شرکت کی اور وہیں نوائے وقت کے نمائندے سے ملاقات بھی ہوئی۔ جب رات کو ہم اکٹھے فلم دیکھنے جا رہے تھے تو میں نے پوچھا کیوں صاحب کیا اب بھی خونریز ہنگاموں اور نام و نہاد اخوان المسلمین کے "جہاد" کی خبر چھپے گی آپ کے موقر اخبار میں؟ تو وہ خاموش ہو گئے۔

دراصل انقلاب کی حمایت اور مخالفت اپنی جگہ پر کچھ ٹھوس وجوہات رکھتی ہیں۔ ہم بھی انقلاب کے خواہاں ہیں ہم بھی اپنے معاشرتی غلاظتوں اور گندگیوں کو پاک کرنا چاہتے ہیں۔ ہم بھی گٹر کی سیاست کا تعفن ختم کرانا چاہتے ہیں۔ اس لئے آج ہم سرحد کے اور بلوچستان کے عوام حق بجانب ہیں کہ افغانستان کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی تبدیلیوں کو پُرامید اور خوش آیند نظروں سے دیکھیں۔ اور اپنی خامیوں کی نشاندہی کر دیں۔ کوڑوں کی سزاؤں اور قید اور سیاسی بندشوں کے باوجود یہ خیال پروان چڑھتا رہے گا۔

نظریئے کو کوئی پھانسی نہیں دے سکتا

ایران میں ہر ہفتے ایک حریت پسند شہید ہوتا رہا ہے

ایران عوام کی عظیم سامراج دشمن جمہوری جدوجہد کے ساتھ یکجہتی کے اعلان اور ایران میں شاہی فوجی ٹولہ و امریکی سامراج کی جانب سے ایرانی عوام پر ظلم و ستم کے خلاف مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کی جانب سے گذشتہ دنوں رابطہ کمیٹی کے قائم مقام چیئرمین جناب اصغر حسین خیل کی صدارت میں ایک احتجاجی اجلاس منعقد ہوا۔

اجلاس سے تحریک آزادی صحافت کے اسیران جو حال ہی میں حیدرآباد جیل سے رہا ہوئے ہیں پاکستان ورکرز فیڈریشن کے جنرل سکریٹری جناب شمیم واسطی، سندھ این ایس ایف کے رہنما تاج مری، سندھ نیوز کے ممتاز صحافی محمد صالح بلو، پاکستان ٹیکسٹائل ورکرز یونین کے رہنما جناب محمد زمان کے علاوہ بلوچستان لیبر فیڈریشن کے جوائنٹ سیکریٹری مصطفےٰ بلوچ، پاکستان ورکرز فیڈریشن کے جوائنٹ سیکریٹری محمد رمضان، سندھ این ایس ایف کے رشید شہباز اقبال، مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے رہنما بیر رحمٰن اور دیگر مزدور طلبہ دانشوروں نے خطاب کیا۔ پہلے جناب عمبارہ خان نے ایک انقلابی نظم سنائی۔ اس نظم کا آخری شعر یہ تھا۔

آج ہر موڑ پہ لکھیں گے کہانی اپنی
اپنی دھرتی میں سمو دیں گے جوانی اپنی

اس کے بعد ورکرز فیڈریشن کے جنرل سیکریٹری ممتاز مزدور رہنما جناب شمیم واسطی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ سال کراچی آیا تھا تو جن ساتھیوں کو نظروں نے دیکھا تھا ان میں سے کچھ ساتھی آج یہاں موجود نہیں۔ ان کا اشارہ اسیران یوم مئی جناب جاوید شکور اور ان کے دیگر ساتھیوں کی طرف تھا۔ شمیم صاحب نے کہا کہ ایرانی جدوجہد بڑی پرانی جدوجہد ہے۔ ڈاکٹر مصدق نے جب قومی جمہوری انقلاب برپا کیا تھا تو اس وقت شاہ ایران نے اٹلی میں پناہ لی تھی بعد میں امریکی سی آئی اے نے سازش کر کے ایرانی عوام کے عظیم رہنما حسین فاطمی کو شہید کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ایران میں اوسطاً ہر ہفتہ ایک حریت پسند شہید ہوتا رہا ہے۔ اب یہ اجتماعی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ بلوچستان میں وہاں کے جمہوریت پسند عوام پر فوج کشی کرنے میں ایرانی فوجیں بھی شامل ہوا کرتی تھیں۔ بلوچ عوام پر بمباری اور گولیاں برسانے کے لئے ایرانی ہیلی کاپٹر استعمال ہوئے۔ اسی طرح اومان کے محب وطن اور جمہوریت پسند جب اپنے شاہ کے خلاف عظیم جدوجہد میں برسرپیکار ہوئے تو ایرانی شہنشاہ نے ان حریت پسندوں کو کچلنے کے لئے اپنی مسلح افواج بھیجیں۔ عرب ممالک اگر امریکہ اور اسرائیل کو تیل دینا بند کر دیتے ہیں تو ایران پھر بھی تیل کی سپلائی جاری رکھتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سردیوں کے موسم میں ہر سال افغانستان کے سرحدی عوام پاکستان میں منتقل ہوتے ہیں جسے ہمارے ملک کے سامراجی پٹھو اور رجعتی ٹولے ہجرت کا نام دے رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جو آئے ہوئے ہیں وہ افغانستان کے سردار، جاگیردار، پیر اور خانان وغیرہ ہیں جن کی زمینیں ضبط کر کے کسانوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مطالبہ اور ایرانی عوام سے اپیل ہے کہ وہ تمام غیر ملکی فوجوں کو اپنے ملک سے دھکیل کر نکال دیں۔ واسطی صاحب نے کہا کہ ہمارے ملک میں اعلان کیا گیا تھا کہ لیفٹ پر اپنا شکنجہ سخت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ لیفٹ کوئی فرد کا نام نہیں لیفٹ ایک متحرک نظریہ کا نام ہے اس نظریے کو کوئی بھی پھانسی نہ دے سکا ہے اور نہ دے سکتا ہے۔ ایران کے حسین فاطمی کو پھانسی دیدی گئی لیکن ایران میں ان کے نظریہ کو پھانسی نہ دی جا سکی۔ آج حسین فاطمی کے ملک ایران میں کروڑوں محنت کش محب وطن عوام سامراجیت اور شہنشاہیت کے خلاف فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے عوام کو اس بات پر ہوشیار رہنا چاہیئے کہ امریکی سامراج اب نیا گٹھ جوڑ بنا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے ساتھ روشن پہلو یہ ہے کہ آج مسلم لیگ، این ڈی پی میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ حکمران طبقے بھی اب یکجا رہنے کے قابل نہیں رہ گئے۔ دوسری طرف مظلوم طبقات میں اتحاد تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ پٹھو حکومت سے عوام کا کیا مسئلہ حل ہوا بلکہ گرانی بڑھ گئی تنخواہوں میں کمی ہو گئی ہے۔ آخر میں شمیم واسطی نے ایرانی محنت کشوں اور محب وطن عوام کی عظیم قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایرانی عوام کو سلام پیش کیا۔

بلوچستان لیبر فیڈریشن کے جوائنٹ سیکریٹری جناب مصطفےٰ بلوچ نے کہا کہ بلوچستان میں افغان انقلاب کے اثرات اور خوشحال معاشرہ کی تعمیر بڑی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ بلوچستان کے عوام اس کو ایک طرح اپنا ہی انقلاب سمجھتے ہیں۔ بلوچستان میں جماعت اسلامی اور دیگر رجعتی قوتیں افغان انقلاب کی مخالفت کرنے میں اب بے بس ہو چکی ہیں۔ اس لئے کہ افغانستان میں جو عوام دوست اقدامات ہوتے ہیں اس سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ افغان انقلاب کے بدولت ہمارے دوسرے پڑوسی ملک ایران کے عوام کے حوصلے بلند ہوئے ہیں جس کے نتیجہ میں ایرانی شاہ کا راج سنگھاسن ڈانوا ڈول نظر آ رہا ہے۔ اور بلوچستان کے عوام اپنے ایرانی بھائیوں سے اپنی یکجہتی کا اعلان کرتے ہیں اور ان کا یہ ایمان ہے کہ کامیابی ایرانی عوام کی ہو گی شکست سامراج اور ان کے پٹھو شاہ ایران کا مقدر بن چکا ہے۔

اس کے بعد سندھ نیوز کے ممتاز صحافی اور نیشنل پروگریسو پارٹی کے قائم مقام جنرل سکریٹری محمد صالح بلو نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ایران اور پاکستان میں لوٹ کھسوٹ اور استحصال کرنے والی ایک قوت ہے جسے ہم امریکی سامراج کہتے ہیں جو ۳۲ سال سے اس خطے میں ڈاکو کا رول ادا کر رہا ہے۔ ہماری معیشت کو تباہ و برباد کر دیا ہے یعنی ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ آج کے دور میں سامراجی تسلط ہے۔ نیشنل پروگریسو پارٹی نے سب سے پہلے افغان انقلاب کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا اور ایرانی عوام کی حمایت بھی عالمی سامراج کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں کا ایک حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایران میں جمہوریت کی بحالی اور محنت کشوں کا اقتدار پر قبضہ ہونے تک یہ جدوجہد جاری رہے گی۔

اس اجلاس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں متفقہ رائے سے منظور کی گئیں۔

۱ - یہ اجلاس ایرانی عوام پر شاہی ٹولے اور ان کے آقا امریکی سامراج کی جانب سے ہونے والے ظلم و ستم کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ اور ایران کے سامراج دشمن جمہوریت پسند عوام کی عظیم جدوجہد اور قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔

۲ - یہ اجلاس سمجھتا ہے کہ ایران میں ہونے والی جدوجہد

نہ صرف شہنشاہیت کے خلاف ہے بلکہ سامراجی تسلط سے نجات، اجارہ داری سرمایہ داری اور جاگیرداری کے خاتمے کی جدوجہد ہے۔

۳ - یہ اجلاس اس پر یقین رکھتا ہے کہ ایران کے عوام کی یہ جدوجہد دنیا بھر میں سامراج اور ان کے حواریوں کے خلاف لڑی جانے والی قومی آزادی اور خود مختاری کی جنگ کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے یہ اجلاس سمجھتا ہے کہ پاکستان کے تمام ترقی پسند محب وطن، محنت کش اور جمہوریت پسند عوام ایران کے عوام کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کرنے کے لئے ایک وسیع تر سامراج دشمن متحدہ محاذ تشکیل دے کر پاکستان میں بھی سامراج مخالف جدوجہد کو تیز تر کریں۔ یہ اجلاس اس بات کا عزم کرتا ہے کہ پاکستان کے جمہوریت پسند عوام اپنے ملک کے کسی بھی حصے کو ایرانی عوام کے خلاف اڈے کے طور پر ہرگز استعمال نہیں ہونے دیں گے۔

۴ - یہ اجلاس پاکستانی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایرانی عوام کے قاتل شاہی ٹولے سے تمام تعلقات منقطع کر کے فلسطینی عوام کی طرح ایرانی عوام کی قومی آزادی کی جدوجہد کے ساتھ بھی اپنی یکجہتی کا اعلان کرے اور شہنشاہ کے سرپرست امریکی سامراج کا تمام سرمایہ ضبط کر لے۔

۵ - یہ اجلاس مزدور طلبہ کسان عوامی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین جناب جاوید شکور، محمد فصیح، عبدالمجید، غلام نبی، فضل الرحمن، بابو لال، نیاز احمد، محمد ایوب، سلیم بلوچ، سلیم صالح، غلام مصطفےٰ سمیت تمام مزدور طلبہ کسانوں کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔

۶ - یہ اجلاس آزادی صحافت کی تحریک میں گرفتار ہونے والے صحافی مسعود قمر، طالب علم رہنما جان عالم، ناہید افضال، مزدور رہنما شمیم اصغر اور لیاری کے اسیروں کی فوری رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔

۷ - آج کا یہ اجلاس پاکستان میں زیر تعلیم ایرانی طالب علموں کو مقامی پولیس کی جانب سے خوف زدہ کرنے انہیں ہراساں کرنے پر غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مطالبہ کرتا ہے کہ فلسطینی طالب علموں سے ناروا سلوک بند کیا جائے اور پاکستان میں ایرانی طلبہ کو اپنی عوام کی جدوجہد کی حمایت کرنے اور فلسطینی طلبہ کو اس جدوجہد میں مدد دینے کے اپنے تاریخی فریضے کو انجام دینے سے نہ روکا جائے۔

۸ - یہ اجلاس ایرانی ہوٹلوں کے مالکان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پاکستان کے جمہوریت پسند عوام کے جذبات کا احترام کریں اور اپنے ہوٹلوں سے شاہ ایران کی تصویریں فوری طور پر ہٹا دیں ●

ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی

محنت کشوں کو متحد کرنے کا کام مشکلات کے باوجود جاری رہے گا

بلاتاخیر تعلیمی ادارے کھولے جائیں۔ طلبا کو رہا کرو

سرمایہ دارانہ استحصال کے خلاف ایک مضبوط عوامی قوت وجود میں آئیگی

ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی حیدرآباد کے نئے عہدیداروں کے چناؤ اور حیدرآباد کے صنعتی اداروں کے مزدوروں کے مسائل کے سلسلہ میں مختلف صنعتی اداروں سے منسلک محنت کشوں کی ورکرز کانفرنس مزدور بستی امریکن کوارٹرز میں منعقد ہوئی کانفرنس کی صدارت ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی صوبہ سندھ کے صدر محمد نقی نے کی کمیٹی کے سبکدوش ہونے والے جنرل سیکرٹری ضمیر بلوچ نے گذشتہ دو برسوں کی رپورٹنگ کرتے ہوئے ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی کے قائدانہ کردار پر روشنی ڈالی انہوں نے کہا کہ اس وقت اندرون حیدرآباد عوام کے لیئے ٹرانسپورٹ کے سب سے زیادہ استعمال ہونے والے ذریعہ منی ٹیکسیوں کے ڈرائیوروں کی یونین اور اہم صنعتی ادارے جوبیٹر ٹیکسٹائل مل کی یونین کے علاوہ رکشہ ڈرائیورز، خاکروب اور دیگر صنعتی و تجارتی اداروں کے ملازمین کی خاصی تعداد کمیٹی میں شامل ہے محنت کشوں کو متحد اور منظم کرنے کا کام تمام مشکلات اور پابندیوں کے باوجود جاری ہے اور آنے والے برسوں میں ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی حیدرآباد کے محنت کشوں کی نمائندہ اور فعال تنظیم ثابت ہوگی۔ انہوں نے آزادی صحافت کی عظیم الشان تحریک میں کمیٹی کے کردار اور محنت کشوں کے مقامی مسائل پر روشنی ڈالی انہوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ملک کے کسی بھی حصہ کے محنت کشوں کی ہر جدوجہد میں کمیٹی ہر قسم کا تعاون فراہم کرے گی۔

رپورٹنگ کے بعد جناب محمد نقی نے نئے منتخب عہدے داروں کے ناموں کا اعلان کیا جس کے مطابق حیدرآباد ضلع کے لیئے صدر نثیر محمد، نائب صدر ملک غلام دستگیر، جنرل سیکرٹری غلام محمد، جوائنٹ سیکرٹری، کرن لال آفس سیکرٹری محمد زاہد اور تن پروپیگنڈہ سیکرٹری، سراج الدین، عبدالکریم اور محمد صابر کے علاوہ بختون ولی، شیخ ریاض اور زر ولی پر مشتمل ایک رکنی مجلس عاملہ تشکیل دی گئی۔

کانفرنس سے نو منتخب عہدے داروں نے خطاب کرتے ہوئے اس بات کا عزم کیا کہ وہ کمیٹی کے روایتی کردار کو نہ صرف برقرار رکھیں گے بلکہ محنت کشوں کی شمولیت سے جدوجہد کے عمل کو آگے بڑھائیں گے۔ انہوں نے سڑکوں کی مرمت کے عمل میں سست رفتاری، آٹو پارٹس کی کمیابی اور مہنگائی اور مختلف صنعتی اداروں میں مزدوروں کی گنجائش کے باوجود بھرتی بند ہے، کا نوٹس لگانے کی شدید مذمت کی اور اسے سرمایہ داروں کی مزدور دشمنی سے تعبیر کیا انہوں نے حیدرآباد کی کچی بستیوں کی حالت بہتر بنانے مضافاتی علاقوں کو بلدیاتی سہولتیں بہم پہنچانے اور بجلی پانی کی فراہمی کے مستقل انتظامات پر زور دیا اور مطالبہ کیا کہ ہاؤس بلڈنگ کے قرضوں کے سلسلے میں مراعات کا سلسلہ گریڈ ۱۵ کے سرکاری ملازمین کی تخصیص کے بغیر ہر شہری تک بڑھایا جائے طلبہ کی ترقی پسند تنظیم این ایس ایف صوبہ سندھ کے صدر شکیل احمد پٹھان نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے محنت کشوں کو ان کی جدوجہد میں طلبہ کی بھرپور حمایت کا یقین دلایا انہوں نے طلبہ اور تعلیمی اداروں کے خلاف حکومت کے معاندانہ رویے کی بھی مذمت کی۔ اور فوری طور پر سندھ یونیورسٹی سمیت اعلیٰ تعلیمی ادارے کھولنے اور گرفتار شدہ طلبہ کی رہائی کا مطالبہ کیا کانفرنس میں ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی حیدرآباد کے سبکدوش ہونے والے کنوینر جناب شاہ رضا خان نے خطاب کرتے ہوئے نئے عہدیداروں کو مبارکباد دی اور ذمہ داریوں کی ادائیگی پر زور دیا۔

کانفرنس میں مزدور رہنماؤں نے کہا کہ مزدوروں کو اب کسی بھی قسم کا قانونی تحفظ اور مراعات حاصل نہیں بلکہ صنعتوں کی بتدریج نجی تحویل اور نجی سیکٹر کی طرف حکومت کے سرپرستانہ رویے اور کالونی ٹیکسٹائل ملز کے علاوہ دیگر علاقوں میں محنت کشوں کے قاتلوں سے چشم پوشی نے محنت کشوں کو ان کے مستقبل سے اچھی طرح آشنا کر دیا ہے چنانچہ ان حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ مزدور تحریک کو عوام کی جمہوری جدوجہد سے مربوط کیا جائے تاکہ بڑھتے ہوئے سرمایہ دارانہ استحصال کے خلاف ایک مضبوط عوامی قوت وجود میں آسکے انہوں نے کہا کہ موجودہ نظام کا کھوکھلا پن مکمل طور پر واضح ہو چکا ہے یہ نظام عوام کی معاشی احتیاجات اور ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہے جس کا واضح ثبوت بڑھتی ہوئی مہنگائی اور افراطِ زر ہے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہی ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ساڑھے چار ارب روپے کی یہ تفریباً سخت باعث تشویش ہے انہوں نے ملکی ہنرمندوں اور افرادی قوت کی بیرونِ ملک منتقلی کو پاکستان کے لیے سب سے بڑی نحوست قرار دیا اور بیروزگاری کے فوری تدارک کا مطالبہ کیا۔

مزدوروں کے قتل نے

محنت کشوں کو انکے

راستوں سے روشناس کرادیا

کانفرنس کے آخر میں چند قراردادوں کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا کہ شپ یارڈ کے ملازمین کے مطالبات تسلیم کیے جائیں الائیڈ ٹیکسٹائل ملز لانڈھی کارخانہ کو مزدوروں کے ساتھ معاہدے کی پابندی کرتے ہوئے فوری طور پر کھولا جائے اور تمام مزدوروں کو رہا کیا جائے سنسر شپ کا غیر جمہوری ضابطہ ختم کر کے آزادیٔ صحافت اور آزادیٔ تحریر و تقریر بحال کی جائے ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی کے مرکزی جنرل سیکریٹری عزیز الحسن سمیت تمام گرفتار شدہ مزدوروں، کسانوں، طالب علموں اور سیاسی کارکنوں کو رہا کیا جائے اور تمام مزدور دشمن قوانین ختم کیے جائیں، جمہوری آزادیاں بحال کی جائیں۔

●

مل مالکان ریٹائرڈ فوجیوں کو بھرتی کر رہے ہیں

محمد یوسف پٹھان

چلیا کارو گیٹڈ بورڈ ملز لمیٹڈ ضلع ٹھٹھہ کے اس علاقے میں واقع ہے جس کے بارے میں بہت کم لوگوں کو علم ہے یہ سڑک سے ہٹ کر ایک پہاڑی پر بنائی گئی ہے اور اس کے قرب وجوار میں کوئی مل یا فیکٹری واقع نہیں ہے۔ اس کے گرد و پیش میں دیہات ہیں جہاں رہنے والوں کی گذر اوقات پتھر توڑنے، برسات کے موسم میں محدود پیمانے پر کھیتی باڑی کرنے یا چھوٹی موٹی مزدوری کرنے پر ہے مقامی لوگ زیادہ تر پہاڑی سے پتھر ڈھونے اور ٹرک بھرنے کا سخت محنت طلب کام کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

۱۹۷۰ء میں جب مل کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو مقامی لوگوں پر باقاعدہ روزگار کا دروازہ بھی کھلا اور انہوں نے یومیہ اجرت پر کام شروع کر دیا۔ ان کی محنت شاقہ سے یہ مل ۱۹۷۴ء میں مکمل ہو کر کام کرنے لگی لیکن ستم ظریفی یہ کی گئی کہ تین سال سے کام کرنے والے مزدوروں کو مستقل کرنے کی بجائے انہیں حیلے بہانے نکالا جانے لگا۔ اس ناانصافی اور زیادتی کے نتیجے میں یہاں مزدوروں کی یونین وجود میں آئی جس نے حقوق کی نگہداشت اور جائز مطالبات پورا کرانے کے لئے جدوجہد کی اور نکالے جانے کے بعد بچے کھچے مزدوروں کو مستقل کرایا۔

موجودہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد سے ان مزدوروں نے کن حالات میں اپنی ملازمت بحال رکھی، کن مصائب سے گذرے، کتنی بار حوالات اور جیل کی ہوا کھائی یہ ایک طویل داستان ہے جو ایک استحصالی نظام کا جزو ہے۔ سابقہ حکومت کے دور میں مل کی انتظامیہ نے انہیں اپنے حقوق سے محروم کرنے کے لئے ان پر حکومت کے مخالف اور تخریب پسند ہونے کا الزام عائد کیا۔ انہیں قومی اتحاد کا حامی ظاہر کر کے ان کی چھانٹی کرانا چاہی تاکہ ان کی جگہ نئے مزدور بھرتی کئے جا سکیں اور انہیں ملازمت کا تحفظ حاصل نہ ہو سکے لیکن مزدور اتحاد اور یونین کے تحت ان کے منظم ہونے کے باعث انتظامیہ کی چالیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ بھٹو حکومت کے خاتمے اور مارشل لاء کے نفاذ پر مل مالک نے فوری طور پر ایک میجر کو جو غالباً ریٹائرمنٹ کی رخصت پر تھا، منیجر ایڈمنسٹریشن کے طور پر ملازم رکھ لیا اور مزدوروں میں یہ بات پھیلا دی کہ میجر ایس ریاض الدین مارشل لاء حکومت کی طرف سے مل میں نمائندہ ہے۔ اس تقرری کے ساتھ ہی مل سے سیکورٹی کے عملے کو تبدیل کر دیا اور اس کی جگہ ایف ایس ایف کے نکالے ہوتے آدمی سیکورٹی گارڈ مقرر کئے۔

یونین کے عہدیداروں کا بیان ہے کہ میجر ایس ریاض الدین نے (جو بحیثیت لیفٹیننٹ کرنل ریٹائر ہیں) سیکورٹی والوں کے ساتھ مل کر مل میں دہشت کی فضا قائم کر دی۔ اور مزدوروں میں مختلف طریقوں سے خوف و ہراس پھیلانے لگا انہیں دھمکیاں اور گالیاں دینے لگا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ حکومت کا نمائندہ ہے جسے ہیڈ کوارٹر سے بھیجا گیا ہے تاکہ یہاں کے لوگوں کو ٹھیک کیا جائے۔ سیکورٹی کا سابق عملہ حالات سے واقف ہونے کی بنا پر مزدوروں پر زیادتیوں سے گریز کرتا تھا لیکن نیا عملہ منیجر ایڈمنسٹریشن کے اشارے پر ناچتا تھا جس کے نتیجے میں اس کا مزدوروں سے تصادم ہو گیا۔ لیکن مارشل لاء حکام کے بروقت اقدام سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس کے بعد ایس ریاض الدین نے مزدوروں کے خلاف انتقامی کارروائیاں شروع کر دیں اور انہوں نے سالہا سال کی مشترکہ جدوجہد سے اپنے لئے جو حقوق حاصل کئے تھے انہیں ختم کر دیا۔ مزدوروں کو غلط الزامات پر مبنی چارج شیٹ دے کر ملازمت چھوڑنے پر مجبور کیا جانے لگا۔ اگر کوئی الزامات کے باوجود بھی ملازمت چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتا تو اسے لڑائی جھگڑے کے کیس میں ماخوذ کرا کے اور سیکورٹی والوں کو بطور گواہ یا فریادی پیش کر کے اسے محبوس کر دیا جاتا۔ اس طرح ۲۷۵ مزدوروں میں سے ۴۵ نکالے جا چکے ہیں یا انہیں ملازمت چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ ۵ مزدور جن میں یونین کا جنرل سیکریٹری بھی شامل ہے اب بھی حوالات میں بند ہیں ۴ مزدوروں کے خلاف عدالت میں چالان پیش کیا گیا ہے جن میں ایک سابق جنرل سیکریٹری ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ ان کی ضمانتوں کا بندوبست کرنے والے ساتھیوں کو بھی عتاب کا نشانہ بنایا جائے گا۔

●

سروش

محمد الطاف چغتائی

محفل میں اک چراغ بچا تھا، بجھا دیا

آنکھیں بند، زبان پر تالے

شاکر نظامی کے ساتھ ایک نشست

آج کے مادی دور میں کسی شخص کے متعلق یہ اقرار کرنا کہ وہ چند خوبیوں کا مالک ہے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ سرمایہ اور ظاہری شکل و صورت قدر و منزلت کے امتیازی نشان بن چکے ہیں اور ایسے دور میں کسی شخص کو محض اس کی تخلیقی صلاحیتوں کے حوالے سے جاننا بہت بڑے دل گردے کا کام ہے۔ جوشاب جوہرآباد پریس کلب کے اراکین اپنی اس خوش بختی پہ جتنے نازاں ہوں کم ہے کہ انہوں نے مادی نقطۂ نظر سے انحراف کرتے ہوئے پریس جوہرآباد میں شاکر نظامی کو اس کے تازہ ترین غزلوں کے مجموعہ "حسن تمنا" کی روشنی میں دیکھنے اور دکھانے کے لئے ایک پُروقار تقریب کا اہتمام کیا۔ مقررہ وقت پر کلب کے صدر جناب الطاف آزاد نے اعلان کیا کہ شاکر نظامی کی کتاب "حسن تمنا" کی تعارفی تقریب کا آغاز ہوتا ہے۔ صدارت معروف صحافی اور ممتاز شاعر جناب عبدالرشید اشک مدیر مسئول روزنامہ شعلہ کریں گے۔ جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ممتاز شاعر جناب مشتاق اثر سرانجام دیں گے۔ وہ گویا ہوئے۔ شاکر نظامی بطور شاعر جہاں غزل اور نظم سے روح کی تسکین کرتا ہے وہاں ایک عام شہری کی حیثیت سے یا ایک صحافی کی حیثیت سے ملک کے بیرونی اور اندرونی حالات پر بھی کڑی نظر رکھے ہوئے ہے ۔

مانوس کیوں ہیں لوگ اندھیرے سے آج لوں
محفل میں ایک چراغ بچا تھا۔ بجھا دیا
مت پوچھ اس دور کی باتیں
آنکھیں بند زبان پر تالے

ملک محمد خاں نے "حسن تمنا" کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے شاکر نظامی کے کلام کی روانی، بے باکی، تسلسل اور سوز و گداز نے بے حد متاثر کیا ہے،

آ منظرِ شہود پہ نظریں دوچار ہوں
انسان ہو لامکاں سے ہدایتیں نہ دے مجھے

ممتاز وکیل ملک حاکم خان اعوان نے شاکر نظامی کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا۔

سید عارف معین نے بھی "حسن تمنا" کے بارے منظوم تبصرہ کیا۔ گورنمنٹ کالج جوہرآباد کے پروفیسر آغا جلیل الرحمٰن نے اپنے مقالہ میں کہا کہ شاکر نظامی کے کلام میں ہر قسم کی چاشنی ملتی ہے وہ مزدور کسان اور محنت کش انسان سے محبت کرتے ہیں اور ساتھ ہی وطن، ملک، مذہب اور زعمائے سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں وہ مہر و وفا کے پرستار دکھائی دیتے ہیں مگر زمانے کو اتنی اجازت بھی نہیں دیتے کہ انہیں مزید دھوکہ دے سکے وہ سب کچھ لٹا چکنے کے باوجود اس قدر نہیں لٹے کہ ہوش و خرد کا دامن تہی ہو جائے۔

سید فخر الدین بلے نے "حسن تمنا" کے بارے میں اپنے مقالے میں کہا کہ شاکر نظامی اپنی شاعری میں خوبصورت باتیں کرتا ہے وہ بیچ نکل کر باتیں کرنے کا سلیقہ جانتا ہے۔ وہ نوجوان نسل کا نمائندہ شاعر ہے اور جدیدیت کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے اسلاف کو بھی نہیں بھلایا۔ صدر تقریب جناب رشید اشک نے کہا کہ شاکر نے اپنی محنت، کوشش اور بے پناہ صلاحیتوں کی بدولت ۲۲، ۲۳ سال کی عمر میں دوسرا مجموعہ کلام پیش کیا ہے اور کلام ایسا کہ اسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور شاکر نظامی کے خلوص اور درد میں اجنبی پن دکھائی نہیں دیتا۔ گورنمنٹ کالج جوہرآباد کے پروفیسر احمد سعید ہمدانی، کریم بخش مضطر، ہارون رشید، سید انوار الحق ظہوری، آصف راز محمود اسیر اور اصغر شامی نے بھی شاکر نظامی کے فن پر مقالے پڑھے جناب امیر حسین نے شاکر نظامی کی غزل ؎

آنگن کی رونقیں ہیں مرے چاند سے جواں
کرنوں کے تازہ پھول اگاتی ہے چاندنی

انتہائی خوبصورت انداز میں گا کر حاضرین کو خوب محظوظ کیا۔

تقریب کے شرکا میں ہر مکتبۂ فکر کے لوگ جن میں پیپلز پارٹی کے حافظ ملک محمد اکرم اعوان ایڈووکیٹ اور سید احمد حسین شاہ، جمعیت العلمائے پاکستان کے ملک غلام سرور ایڈووکیٹ اور ریٹائرڈ کپتان خدا بخش، جماعت اسلامی کے ضیاء الحسن، شہر کی ممتاز شخصیت چوہدری محمد اسلم اور بار ایسوسی ایشن جوہرآباد کے صدر ملک محمد حیات اعوان شامل تھے جو شاکر نظامی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے آخر وقت تک تقریب گاہ میں موجود رہے۔

پریم ناتھیو! ہم جانتے ہیں، تمہارا گرو کون ہے

محمد یوسف بلوچ

ہم ریلوے کے مزدور اپنے جائز مطالبات کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں اور ہماری سیاست ہمارے مسائل کے حل اور اپنے مطالبات کے حصول ہی کا نام ہے۔ اس کے ماسوائے نہ ہمارا کسی پارٹی سے تعلق ہے اور نہ ہی ہم کسی سیاسی پارٹی کے گرگوں کو مزدور مفاد سے کھیلنے کی اجازت دینے کی غلطی کرنا چاہتے ہیں لیکن پچھلے دنوں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی لے پالک جماعت "جماعت اسلامی" کے تنخواہ دار ایجنٹوں نے ریلوے مزدوروں کے مطالبات اور مفادات کو سبوتاژ کرنے کے لئے ایک جعلی یونین بنائی ہے۔ اور اس کا پروپیگنڈہ کرکے مزدوروں کو گمراہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس نام نہاد یونین کے نام کا مخفف "پریم" ہے۔ ہم ان پریم ناتھیوں کا نوٹس نہیں لیتے اگر ان کا تعلق جماعت اسلامی سے نہ ہوتا۔ ان کے نام سے ہی ان کے عزائم اور ارادوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ "پریم" ہندی لفظ ہے اور پریم ناتھ بھارت کا مشہور اداکار جو جن سنگھی ہے اور مسلمان دشمن۔ اس نام کے حوالے سے وہ ان کا گرو بھی ہوا۔ "پریم" نام رکھ کر انہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ حقیقت میں کیا ہیں؟ اور کس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہ ریلوے مزدوروں کو جن سنگھی پریم ناتھیوں کے نقشِ قدم پر چلانا چاہتے ہیں

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس نام سے ریلوے کے مزدوروں میں اپنے ناپاک وجود کو ظاہر کیا ہے لیکن ریلوے کے محبِ وطن عوام دوست اور سامراج دشمن محنت کش ان کے گھناؤنے عزائم کو کبھی بھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ریلوے کے جیالے بہادر محنت کشوں نے عہد کر رکھا ہے کہ وہ رجعت

پسندوں کو اپنی صفوں میں گھسنے نہیں دیں گے اور فرقہ مودودیہ کی اس نام نہاد جماعت اور اس کے گروہ کا پول کھولتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ لاہور میں اس نام نہاد یونین کا کنونشن جس پر جماعت اسلامی نے لاکھوں روپے خرچ کئے تھے کامیاب نہیں ہوا اور اس میں چند سو سے زیادہ لوگوں کو اکٹھا نہیں کر سکے۔ ہمارے خیال میں اس فرقہ سے محنت کش طبقہ اور نوجوان نسل کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ تاکہ سادہ لوح لوگ ان کے چکر میں نہ آسکیں۔ اور کسی صورت میں مزدور کو مزدور سے مذہب کا نام لے کر نہ توڑنے دیں گے اور نہ فرقہ مودودیہ کی خواہش پوری ہونے دیں گے اور نہ ہی اس فرقے کی بغل بچہ "تنظیم" پریم" کے عزائم کو ریلوے جیسے عظیم ادارے میں کامیاب ہونے دیں گے۔ آج کل وہ پیسے کے بل پر کافی توڑ جوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ اُن کا ایک تنخواہ دار اور نمک خوار کلرک جو کہ ڈی ایس آفس لاہور میں کام کرتا ہے اور خیر سے اپنے آپ کو وکیل بھی کہتا ہے' نے مزدوروں کی نمائندہ یونین کے منتخب ڈائریکٹر ریلوے کریڈٹ سوسائٹی مسٹر محمد حسین ناصر سے کہا کہ ہمارے پاس آیا کرو۔ کیوں کہ تمہارے جیسے آدمی کی ہمیں ضرورت ہے اور جو چاہو گے دینگے

❀❀

منڈی بہاؤالدین

میاں محمد شریف زاھد

اپنے پیشے کے تقدس کے لئے جدوجہد کیلئے تیار ہو جاؤ۔ نذیر قریشی علیگ

۳۱ سال سے جاگیردار اور سرمایہ دار اقتدار کے ساتھ ھیں

انجمن مدیران جرائد ضلع گجرات کا ایک خاص اجلاس اس کے صدر محمود مرزا جہلمی کی صدارت میں ہوا جس میں ضلع بھر کے ہفت روزہ اخبارات کے مدیروں اور نمائندوں نے شرکت کی اجلاس سے انجمن کے سرپرست اور ہفت روزہ ذوالفقار گجرات کے پبلشر جناب مسعود سرور راٹھور نے خطاب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ جب تک علاقائی اخبارات کے مدیر متحد نہیں ہو جاتے اس وقت تک ان کے حقوق غصب ہوتے رہیں گے ہمیں چاہیئے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں اور اپنے حقوق و مفادات کے لئے مشترکہ جدوجہد تیز کر دیں منشور کمیٹی کے چیئرمین السید سجاد انبالوی نے اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ طے شدہ اصولوں کے تحت ہمیں علاقائی اخبارات کے حقوق و مفادات کے تحفظ اور حصول کی خاطر جدوجہد کرنا ہوگی جناب عامر مفتی آزاد نے کہا کہ اس تنظیم میں وسعت پیدا کرنے کے لئے پنجاب بھر کا دورہ کیا جائے اور اس کو پنجاب کی سطح پر آرگنائیز کیا جائے جناب نیاز احمد نیازی نے اس موقف کی تائید کی اور کہا کہ مفصل اخبارات کے مدیران کو متحد کرنے سے ہی علاقائی اخبارات کے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اجلاس سے راجہ طارق محمود۔ بی اے چوہدری اور محمد اسلم بٹ نے بھی خطاب کیا۔ ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ علاقائی اخبارات کے اشتہارات کا کوٹہ بڑھایا جائے تاکہ اخبارات اپنے اخراجات برداشت کر سکیں اور علاقائی اور مسائل کو احسن طریقہ سے منظر عام پر لا سکیں۔

انجمن صحافیان ضلع گجرات کا ایک خاص اجلاس اس کے صدر جناب قربان طاہر کی صدارت میں ان کی رہائش گاہ پر ہوا۔ اجلاس سے انجمن صحافیان پھالیہ کے صدر میاں محمد شریف زاہد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں سماج دشمن عناصر پولیس ٹاؤٹ اور افسر شاہی کے دلال صحافیوں کے خلاف متحد ہو کر اپنی جدوجہد کو تیز کرنا ہو گا انہوں نے کہا کہ ضلع گجرات سے پولیس ٹاؤٹ اور افسر شاہی کے دلال صحافیوں کو اپنی صفوں سے باہر نکالنے کیلئے ہمیں مثبت قدم اٹھانا ہوگا یہ لوگ عوام کا خون چوس کر اپنے مفادات حاصل کر رہے ہیں۔ انجمن صحافیان منڈی بہاؤالدین کے صدر حکیم محمد نذیر قریشی علیگ نے کہا کہ علاقائی نامہ نگاروں کو اپنے پیشے کے تقدس کے تحفظ کیلئے عملی جدوجہد کرنا ہوگی کسی بھی وڈیرے یا جاگیردار کی مدح سرائی نہیں کرنا چاہیئے بلکہ صرف اور صرف عوامی مسائل کو منظر عام پر لانا چاہیئے۔ سکریٹری اطلاعات راؤ محمد شفیع عدیل نے اپنی تقریر میں کہا کہ علاقائی اخبارات کو ان موقع پرست اور عوام دشمن نمائندوں نے بدنام کیا ہے جنہوں نے صحافت کو نہ صرف بطور پیشہ اپنایا بلکہ اس کی آڑ میں عوام کو بلیک میل کرنا شروع کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسی کالی بھیڑوں کو اپنی صفوں سے نکال باہر کریں گے انجمن صحافیان جلالپور جٹاں کے صدر ایس اے منشی نے کہا کہ ہمیں غریب عوام کے مسائل کو منظر عام پر لانا چاہیئے اور جاگیرداروں۔ سرمایہ داروں زمینداروں اور کارخانہ داروں۔ افسر شاہی۔ پولیس دوسرے سرکاری محکموں کی دھاندلیوں اور ان کے ٹاؤٹوں کے خلاف متحدہ ہونا ہوگا انہوں نے کہا کہ یہ بات علم میں لائی گئی ہے کہ بعض اخبار نویس صحافت کی آڑ میں کرپشن پھیلا رہے ہیں اور سیاست میں بھی اپنے آپ کو ہیرو سمجھتے ہیں وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں ورنہ ضلع گجرات کے عوام اور صحافی ان کے اس لبادے کو ہٹا کر ان کے اصل چہرے کو سامنے لے آئیں گے ایک قرارداد کے ذریعے ممتاز صحافیوں ہفت روزہ دیو پوائنٹ کے ایڈیٹر مظہر علی خان۔ اور پاکستان پریس انٹرنیشنل لاہور آفس کے بیورو چیف جناب حسین نقی کی گرفتاری پر تشویش کا اظہار کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ ان کو فی الفور رہا کیا جائے اور ان کے خلاف درج شدہ مقدمات واپس لئے جائیں۔

پاکستان مساوات پارٹی کے ممتاز رہنما جناب راحت ملک نے گزشتہ روز نشیمن ہوٹل گجرات میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب پیپلز پارٹی نے ۱۹۷۰ء میں سوشلزم کا نعرہ دیا تو عوام نے آنکھیں بند کر کے پیپلز پارٹی کو کامیاب بنایا اس میں کوئی شک نہیں کہ قوم کو چیئرمین بھٹو نے شعور دیا لیکن جب انہوں نے عوام کے شعور کے خلاف چلنے کی کوشش کی تو عوام نے انہیں بھی رد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان بننے کے بعد ہمیشہ یہی ہوتا رہا ہے کہ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا ایک گروپ برسر اقتدار پارٹی میں چلا جاتا اور دوسرا گروپ اپوزیشن کے ساتھ مل جاتا ہے انہوں نے کہا کہ سرمایہ داروں کا اتحاد صرف غریب عوام کے خلاف ہوتا رہا ہے اور وہ اپنے ذاتی مفادات کو حاصل کرنے کیلئے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد نے نظام مصطفےٰ کے نام کو سیڑھی کے طور پر استعمال کر کے اقتدار کی منزل کو پار کر نظام مصطفےٰ کے شہیدوں۔ عوام سے غداری کی ہے عوام انہیں کبھی معاف نہیں کریں گے انہوں نے کہا کہ فی الفور انتخابات کرائے جائیں الیکشن جو پارٹی جیت جائے اقتدار اس کے حوالے کر دیا جائے اس موقع پر چوہدری محمد اکرم۔ محمد شفیع۔ محمد رشید آف کالرہ۔ سید نجم حسین شاہ آف معین الدین پور۔ غلام شبیر بٹ آف شادی وال۔ رزاق حسین۔ محمد اشرف مفتی محمد رفیق۔ محمد عمر شریف۔ عبدالسلام ملک۔ اعجاز اکبر۔ شوکت۔ شریف اور ضیاء الرحمٰن ملک نے پاکستان مساوات پارٹی میں اپنی شمولیت کا اعلان کیا۔

"سُرخ شعاعوں کا خوف"

اس نے میری طاقت کو جھٹلایا تھا
غیرت کو للکارا تھا
وہ کہتا تھا ——————
یہ طاقت، جس پر میں اتراتا ہوں
اس کے کانوں، اس کی آنکھوں
اس کے ہونٹوں ہی نے مجھ کو بخشی ہے
ہاتھ مرے مضبوط کئے ہیں
اپنی اچھوتی سوچوں اور تدبیروں سے !

ٹھیس مرے دل کو پہنچی تھی
اس کی کڑوی باتوں سے
بات کوئی جتنی سچّی ہو اتنی کڑوی ہوتی ہے
میرے ظرف کا پیمانہ جو چھلکا تو
میں نے اس کے کانوں کو زنجیر کیا
آنکھوں کو محصور کیا
اور اپنی سینہ زوری سے
اس کے سخن ور ہونٹ سیتے
آج وہ میری زہریلی آوازوں کا
اندھا، بے بس قیدی ہے !
لیکن میں ——
اندر سے کتنا خائف ہوں
خوف ہے مجھ کو
اس کے ذہن سے پھوٹی سُرخ شعاعوں کا

کتنی شعاعیں
محبس کی دیواریں توڑ کے
قریہ قریہ پھیل گئیں !!!

عبدالعزیز سیالکوٹی ساین حیات پسروری ڈاکٹر یامین استاد صابر امرتسری

پنجابی زبان کو اس کا جائز مقام دیا جائے

پنجابی ادبی بورڈ

محکمہ اوقاف افسوسناک تغافل کا شکار ہے۔

بابا فرید کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے یونیورسٹی قائم کی جائے

ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، دانشوروں اور بابا فرید کے عقیدت مندوں کے ایک اجتماع میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلام کے لئے بابا فرید گنج شکر کی خدمات کے صلے میں ان کے نام سے موسوم یونیورسٹی اس طرح قائم کی جائے جس طرح مسلم انڈیا کی خدمات کے صلے میں علامہ اقبال اور قائداعظم سے موسوم یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور پنجابی زبان کو اس کا وہ صحیح ترین مقام دیا جائے جس کی وہ مستحق ہے کیونکہ یہ وہ زبان ہے جس کے ذریعے بابا فرید شاہ حسین لہوری، بابا نوشہ گنج بخش، سلطان باہو، بایزید انصاری، شاہ مراد بلھے شاہ، سید وارث شاہ، علی حیدر، سچل سرمست، ہاشم شاہ خواجہ غلام فرید اور میاں محمد بخش صاحب ایسے بزرگوں نے تبلیغ کرکے یہاں کے عوام کو ایمان کی دولت سے مالا مال

سبط الحسین ضیغم

کیا۔ یہ مطالبہ اس اجتماع میں کیا گیا جو پاک پتن شریف میں بابا فرید کے سالانہ عرس کے موقع پر ان کی درگاہ پر پاکپتان پنجابی ادبی بورڈ لاہور کی طرف سے منعقد کیا گیا جس کی صدارت ممتاز صنعت کار مسٹر جی ڈی ضیاء نے کی۔

سیکرٹری پاکستان پنجابی ادبی بورڈ سبط الحسن ضیغم نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ بزرگ پنجاب میں تشریف نہ لاتے اور یہاں کے عوام میں تبلیغ نہ کرتے تو یہاں مسلمانوں کی عددی حیثیت میں اضافہ نہ ہوتا اور ایسی صورت میں یہاں پاکستان کا قیام بھی مشکل امر تھا۔ پاکستان کا قیام بابا فرید اور ان کے ہم فکر درویشوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ جس زبان میں انہوں نے تبلیغ کی اس زبان کو پسماندہ رکھنے پر بضد ہیں۔ یہی نہیں بلکہ یہ زبان یعنی پنجابی وہ واحد زبان ہے جو یہاں سب سے زیادہ لوگوں کی مادری زبان ہے مگر اس کے باوجود بھی یہ زبان پسماندہ رکھی جا رہی ہے اور اپنے اس مقام سے محروم ہے جس کی یہ مستحق ہے۔

انہوں نے مطالبہ کیا کہ پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں میں ان بزرگوں کے پیغام کی نشر و اشاعت کے لئے چیئرز مقرر کی جائیں اور بابا فرید کے یوم پیدائش پر عالمی کانفرنس منعقد کرکے اس احسان کا بدلہ چکانے کی کوشش کی جائے جو بابا فرید نے ہم پر کئے ہیں۔ مسٹر ضیغم نے محکمہ اوقاف کی کارکردگی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ بعض دوسرے مسلم ممالک میں وہاں کا اوقاف انتہائی قابل قدر خدمات سرانجام دے رہا ہے مگر یہاں یہ محکمہ جن بزرگوں کے مزارات سے ہر سال کروڑوں روپیہ کے نذرانے وصول کرتا ہے ان بزرگوں کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرتا جو ایک افسوسناک تغافل ہے جس کے تدارک کی فوری ضرورت ہے۔

جی ڈی ضیاء

جعفر الحسن

صورتحال یہ ہے کہ زندہ رہنا محال ہو چکا ہے

اسکول کی زمین کا نیلام ہو گیا۔ چار کا فائدہ، لاکھوں کا نقصان

سرکاری سطح پر اور ذرائع ابلاغ کی طرف سے بڑے شدو مد سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ حکومت تعلیم کو عام کرنے میں پورے خلوص اور تندہی سے کوشاں ہے اور برسر اقتدار طبقہ پورے وثوق سے یقین دہانی کراتا ہے کہ تعلیم کو صرف چند لوگوں تک محدود نہیں رہنے دیا جائے گا۔ جب کہ صورتِ حال اس کے برعکس ہے۔ نہ صرف یہ کہ حصولِ تعلیم کی راہ میں گوناگوں دشواریاں پیدا ہوتی جا رہی ہیں بلکہ تعلیمی اداروں میں مخصوص سیاسی نظریات رکھنے والے عناصر کی مداخلت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور آئے دن رجعت پسند نظریات سے اتفاق نہ کرنے والے اور ترقی پسند رجحانات رکھنے والے طلباء کو مختلف طریقوں سے ہراساں کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ اپنی زندگی کی حفاظت بھی ان کے لئے مسئلہ بن گئی ہے۔

دوسری طرف تعلیم کو محدود کرنے کیلئے جو طریقے استعمال کئے جا رہے ہیں ان کی ایک مثال گزشتہ دنوں کے ڈی اے ملیر کی جانب سے ملیر کالونی لیاقت مارکیٹ پر واقع ٹیکنیکل اسکول کی زمین کا نیلام ہے۔ یہ زمین ۶۔۷ سال سے اس اسکول کی تعمیر کیلئے مخصوص کی گئی تھی اس نیلام میں تقریباً ۸۰ فیصد زمین کوئی ۲۲۰۰/- روپے گز کے حساب سے فروخت ہوئی جب کہ سڑک کے کنارے واقع حصہ کے ڈی اے کے افسران نے صرف ۵۰/- اور ۶۰/- روپے گز کے حساب سے اپنے منظور نظر افراد کے ہاتھ فروخت کیا اور لوگوں کو بتایا گیا کہ یہ زمین بھی بذریعہ نیلام عام فروخت کی گئی ہے۔ اس طرح کوڑیوں کے مول زمین حاصل کرنے والوں میں دو "صالحین"، ایک سابق فوجی افسر، ایک کے ڈی اے کا سابق ملازم (جو اب اس کیلئے دلالی کا کام کرتا ہے) لیاقت مارکیٹ کا ایک سنار اور ایک ایسا شخص شامل ہے جو کئی برسوں سے بیرون ملک مقیم ہے۔ کے ڈی اے کا سابق ملازم اب اس قطعہ زمین پر سپر مارکیٹ تعمیر کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد سے ٹیکنیکل اسکول کی چار دیواری سے ملحقہ دو کانوں کو ڈھانا چاہتا ہے جو گزشتہ دس سال سے اس جگہ واقع ہیں اور نیلام میں آنے والی زمین پر نہیں ہیں۔

ملیر کالونی میں ٹیکنیکل اسکول کا قیام ایک دیرینہ عوامی مطالبہ ہے جس کے پیش نظر مذکورہ قطعہ زمین اس اسکول کے مخصوص کیا گیا تھا۔ کراچی کے کئی لاکھ افراد پر مشتمل اس مضافاتی بستی میں تقریباً ۹۰ فیصد لوگ مزدور پیشہ چھوٹا موٹا کاروبار کرنے والے یا کم آمدنی والے سفید پوش ہیں۔ انہیں حالات کے تحت ٹیکنیکل تعلیم کی ضرورت کا شدت سے احساس تھا اور اسی بناء پر انہوں نے گزشتہ حکومت سے کالونی میں ایک ٹیکنیکل اسکول کا مطالبہ کیا کیوں کہ ایک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (جامعہ ملیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ) مقامی ضرورتوں کو پورا نہ کرتا تھا۔ اس عوامی مطالبے کے پیش نظر فنی تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے مذکورہ ٹیکنیکل اسکول کا منصوبہ بنایا گیا تھا تاکہ عام لوگوں کو "فنی" تعلیم سے بہرہ ور کر کے جہاں ان کے معاشی مسائل حل کرنے کی طرف قدم اٹھایا جائے وہاں ملکی ضرورتوں کو پورا کرنے کی بھی عملی کوشش کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اسکول سے استفادہ کرنے والوں میں اکثریت محنت کش اور کم آمدنی رکھنے والے افراد کی ہوتی، جسے موجودہ حکومت نے قطعی نظر انداز کر دیا۔

اس ضمن میں کراچی کی متعدد طلبہ تنظیموں، سماجی انجمنوں اور دیگر افراد نے اجتماعی اور انفرادی طور پر اخبارات اور دیگر ذرائع سے حکومت کی توجہ کے ڈی اے کی اس دھاندلی کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کا حکومت کی سطح پر یا برسر اقتدار سیاسی جماعتی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس سنگدلانہ غفلت سے عوام اور خصوصاً طلبہ میں بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔

ظہور صراف

اس سے بیشتر پنجابی مشاعرہ ہوا جس میں استاد اللہ دتہ امرتسری، سائیں حیات پسروری، استاد خلیفہ نادم عصری، ڈاکٹر شجاع ناموس ملک ضیاء اللہ ضیاء، محمد زبیر فتحی، صحرائی گورداس پوری، استاد یوسف مذح، ظہور حسین ظہور صراف، شریف صابر، نور محمد عطا، رمضان شاہد، حسین شاد کنول مشتاق، شوکت علی قمر، ڈاکٹر اسحاق جاوید، ڈاکٹر آغا محمد یامین، عبدالرزاق ساجد، سائیں اختر حسین، اقبال زخمی، خلیفہ سراج دین، غیاث چودھری، مشتاق ہاشمی، جان کاشمیری، منیر لہوری، بشیر گورایہ، حنیف رہبر، سید محمود جاوید، عنصر عقیل حیدر، شیر محمد گوندل اور متعدد دوسرے شعراء کرام نے اپنا کلام سنایا اور عبدالعزیز سیالکوٹی نے بابا فرید کا کلام سنایا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ کے زیر اہتمام ادیبوں، شاعروں، صحافیوں، دانشوروں اور بابا فرید کے عقیدت مندوں کا ایک قافلہ بذریعہ بس لاہور سے پاک پتن شریف پہنچا اور سب سے پہلے بورڈ کی جانب سے بابا فرید کے مرقد پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔ ●

چور لوگ چور دروازے سے اقتدار میں شامل ہوئے ہیں ۔ نورانی

ارشد کی محفل بیوہ کی مانگ کی طرح اُجڑ گئی

مسلمان کو مسلمان کے ہاتھوں قتل کرانے کی سازش کی جا رہی ہے ۔ ستار نیازی

ہو سکتا ہے اتحاد والے الزام لگائیں کہ ان کے خلاف سازش ہو رہی ہے پ پ پ والوں نے قومی اتحاد کو چڑانے اور طیش دلانے کے لئے یہ طریقہ اپنایا ہو، مگر ہمارا خیال ہے کہ ان کے خلاف کسی جانب سے کوئی سازش نہیں ہے ۔ البتہ اقتدار میں شامل ہونا اگر کوئی سازش ہے تو پھر یہی کہا جا سکتا ہے کہ قومی اتحاد والوں نے اپنے خلاف یہ سازش خود تیار کی ہے ۔

درحقیقت مولانا نورانی کی اپنی شخصیت، جادو بیانی، اصولی موقف اور کھری کھری باتیں ہیں کہ وہ جہاں جاتے ہیں ان کے ارد گرد عوام کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے ہیں یہی کچھ ان کی سانگھڑ میں آمد کے موقع پر ہوا ۔

مولانا نورانی نے سانگھڑ کے دورے کا آغاز ٹنڈو آدم سے کیا ۔ ان کے ساتھ جمعیت کے سیکریٹری جنرل مولانا عبدالستار خان نیازی اور مولانا حقانی بھی تھے ۔ بعد میں وہ شہداد پور، شاہ پور جاکر سانگھڑ اور شہداد پور بھی پہنچے مولانا نے تمام مقامات پر عوام کے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا انہوں نے کہا کہ قومی اتحاد اب قبر بن چکا ہے اور مفتی محمود نے اس کی مجاوری شروع کر دی ہے ۔ یہ چور لوگ چور دروازے سے اقتدار پر قابض ہو گئے ہیں ۔ وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ ملک میں جمہوریت قائم ہو اور غیر جانبدارانہ انتخابات ہوں ۔ ہم اچھی طرح واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر ان کی نگرانی میں انتخابات ہوئے تو ہم تسلیم نہیں کرینگے ۔ انتخابات صرف اور صرف عدلیہ کی نگرانی میں کرائے جائیں اس کے سوا ہم کوئی اور متبادل طریقہ قبول نہیں کریں گے ۔ اتحاد والے الیکشن سے فرار حاصل کرنے کیلئے عوام کی صفوں میں افراتفری پھیلانا چاہتے ہیں اس لئے عوام کو ہمہ وقت ہوشیار رہنا چاہیئے ۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کے وزراء اپنے دفاتر کو واشن ڈپوؤں اور سیمنٹ کی ایجنسیوں میں تبدیل کر چکے ہیں اور صبح اور شام چینی اور سیمنٹ کا کاروبار چلایا جا رہا ہے ان کے پاس عوام سے کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے ذہنی اور اخلاقی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں اس لئے جہاں جاتے ہیں سابقہ حکومت کی زیادتیوں کا رونا روتے ہیں یا پھر ہم جیسے فقیروں کے خلاف گلے شکوے شروع کر دیتے ہیں تاکہ عوام کو اصل حقائق سے بے خبر رکھا جائے ۔ اور اپنی دکانداری چمکائی جائے ۔

انہوں نے کہا کہ صوبائی اور بلدیاتی اداروں میں نامزدگی کا جو چکر چلایا گیا ہے ۔ اس کا مقصد اختیارات کے ناجائز استعمال کے ذریعہ مخالفین کو نقصان پہنچانا ہے ہم نے جنرل ضیاء کو مشورہ دیدیا ہے کہ وہ ان کے چکروں میں آنے کے بجائے غیر جانبدارانہ انتخابات کروا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کر دیں ۔ تاکہ ملک میں بحرانی کیفیت ختم ہو اور عوام ترقی اور خوشحالی کے دور میں داخل ہو سکیں ۔

مولانا نورانی نے اندرون سندھ کے مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ امن و امان کی صورت حال سنگین ہو گئی ہے ۔ لوگوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں غنڈہ گردی، ڈکیتی، چوری اغوا اور قتل و غارتگری عروج پر ہے بیروزگاری پہلے ہی موجود ہے اب اتحاد والے دھڑا دھڑ لوگوں سے روزگار بھی چھین رہے ہیں ۔ سندھ کا وسیع اور سرسبز رقبہ سیم و تھور سے تباہ و برباد ہو رہا ہے غربت اور افلاس زور پکڑتا جا رہا ہے ہر شہری ایک سوال بنا ہوا ہے کہ اس کا مستقبل کیا ہو گا ۔ ان ناگفتہ بہ اور پریشان کن حالات کے باوجود اتحاد والے زیادہ توجہ اقتدار کی کرسی پر دے رہے ہیں ۔ انہیں اس سے مطلق دلچسپی نہیں کہ غریب لوگوں کے مسائل حل ہوں نہ ہی وہ حل کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کا وعدہ کیا گیا تھا ۔ غریبوں کے حالات سدھارنے مفلوک الحال عوام کی خوشحالی اور جمہوریت کی بحالی کے بلند و بانگ دعوے کئے گئے تھے ۔ لیکن اتحاد والے اپنے وعدوں میں مخلص نہ تھے انہیں صرف اقتدار کی کرسی کی خواہش تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان سے الگ ہو گئے ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ لوگ نظام مصطفےٰ سے زیادہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام باقی رکھنے کے حامی ہیں یہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ نظام مصطفےٰ آئے اور ملک میں عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ ہو ۔ ہم ان کے ساتھ کیسے چل سکتے تھے ہم نے ظلم و ناانصافی کا نہ پہلے ساتھ دیا تھا ۔ اور نہ اب دیں گے ۔

جلسوں سے جمعیت علمائے پاکستان کے جنرل سیکریٹری مولانا عبدالستار نیازی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اسلامی کے لوگ سرکاری نوکری کے شوق میں بھائی کو بھائی سے لڑانا چاہتے ہیں اور مسلمان کو مسلمان کے ہاتھوں قتل کرانے کی سازش کر رہے ہیں ۔ اس لئے ان سے کسی اچھائی کی توقع اور امید عبث ہے ۔ یہ لوگ غریبوں اور محنت کشوں کے خلاف ہمیشہ سازش کا جال بچھاتے رہے ہیں ۔ اور اسلام کو سرمایہ داروں جاگیرداروں، مراعات یافتہ طبقات اور ظالموں کا مذہب بنا کر پیش کرتے رہے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ چند روز قبل

یہاں کے کسانوں کے خلاف وڈیروں نے جو سازش کی تھی دراصل وہ قومی اتحاد کے وڈیروں کی سازش تھی اور غریبوں کے حقوق پر کھلا ڈاکہ تھا جس سے متعدد خاندان متاثر ہوئے ہیں۔

اس سلسلہ میں جو تفصیلات موصول ہوئی ہیں ان کے مطابق قومی اتحاد کے وڈیروں کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی تھی جس میں فیصلہ کیا گیا تھا کہ شہداد پور کے کسانوں کو ان کی موروثی اراضی سے محروم کر دیا جائے۔ حکام کو بھی ٹیننسی ایکٹ کا خاتمہ کر کے کسانوں کو زمین سے بے دخل کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا لیکن خوش قسمتی سے قومی اتحاد کے وڈیروں کی سازش کا بھانڈہ پھوٹ گیا کسانوں اور چھوٹے کاشتکاروں نے ان وڈیروں اور حکام کو خبردار کیا کہ اگر ٹیننسی ایکٹ ختم کر کے کسانوں کو بے دخل کیا گیا تو ہم اس کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ اور زمین کی ہر انچ کے لیئے ہم خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے پتہ چلا کہ کسانوں کے ناقابلِ تسخیر عزائم دیکھتے ہوئے وڈیرے اور حکام فی الوقت سنبھل گئے ہیں لیکن مستقبل قریب یا بعید میں اگر انہوں نے دوبارہ اس سازش پر عمل کرنے کی کوشش کی تو کسانوں کی جانب سے بھرپور مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مارشل لاء کے نفاذ کے بعد اب تک کم از کم بارہ مارشل لائی وزراء کی "شاہی سواری" ادھر سے گذر چکی ہے ان میں دو بڑی توپیں میر علی احمد تالپور اور چودھری ارشد بھی شامل ہیں میر علی احمد تالپور کو شاید اس بات کا شدت سے احساس ہو گیا ہے کہ کابینہ میں شامل ہونے کے بعد ان کی شخصیت کھوکھلی اور ہلکی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ ہمہ وقت رعب جھاڑ کر اپنی ہلکی شخصیت کو بھاری بھرکم بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ سانگھڑ میں گرفتار شہریوں کو بڑی توقعات تھیں کہ ان وزراء کی آمد پر شاید ان کے مسائل حل ہونے کی کوئی راہ نکل آئے۔ مگر جب انہوں نے وزراء کی باتیں سنیں تو ان کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں میر علی احمد تالپور کا یہ انداز دلربائی تھا کہ وہ مسائل پر کچھ بولنے کی بجائے تمام وقت سابقہ حکومت اور اپنے حریفوں پر برستے رہے۔ اور اس حد تک آگے گئے کہ دیرینہ تعلقات کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ چودھری ارشد بھی انہی کے نقش قدم پر چلے عوام کے دکھ درد سننے کے بجائے وہ سارا وقت اپنے بگ باسوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے یہاں تک کہ جب لوگ تنگ آ گئے تو وہ جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے گئے اور دیکھتے دیکھتے ان کی محفل بیوہ کی مانگ کی طرح اجڑ گئی۔

قومی اتحاد کے ایک گاموں سچار رکن انور محمود نظامانی جو کبھی کبھار کھری کھری باتیں کہہ کر روح کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں اس صورتحال سے خاصے مایوس اور بد دل تھے ان سے ہمدردی کے دو بول کہے تو اور بجھ گئے مفلس کے دل کی طرح۔ انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یقین کیجیے ہم بہت مجبور ہیں۔ بے بس ہیں۔ یہ بھی یقین کریں کہ ہم پیدا ہی ہوئے ہیں قربانیوں کے لیئے۔ ہر نئی حکومت میں ہم پستے ہیں۔ خواہ ایوب کی حکومت ہو یا یحییٰ خان کی بھٹو کی۔ یا موجودہ حکومت۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم سدا سے قربانی کے بکرے ہیں۔ اس علاقے اور عوام کو جان بوجھ کر پسماندہ رکھنا اور مسائل میں الجھانا کہاں کا انصاف ہے۔ ہمارے سیاسی کرم فرمایاں صرف اپنی مجبوریوں کا رونا رونے آتے ہیں۔ اپنی بے بسی کا راگ الاپتے ہیں انہیں عوام کی مجبوریوں اور بے بسی کا مطلق خیال نہیں ہے یہ انور محمود کے دل کی آواز تھی جو میرے دل اور روح کو بھی کھرچ رہی تھی۔

چودھری ارشد نے پریس کلب میں بھی خطاب کیا مگر ان کی باتیں عوام کی ترجمان ہرگز نہیں تھیں اقتدار کی باتیں مزید تھیں۔ ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کی خریداری کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔ صوبائی حکومت کے قیام کی منظوری پر زور دیا گیا۔ سابقہ حکومت کو گالیاں دی گئیں اور انکے وزراء کو چور اور اچکا قرار دیکر دل کی بھڑاس نکالی۔ بھلا ان باتوں سے عوام کے موجودہ مسائل اور ان کے دکھ درد کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ان وزراء کو اپنے دورے کے بعد یہ احساس ضرور ہو گیا ہو گا۔ کہ انکا دورہ وقت اور پیسے کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وزراء نے اپنے دورہ میں عوام کی خدمت کی ہو یا نہیں البتہ سانگھڑ میں ایک بالشت بھر کے انفارمیشن افسر کو پارس کر کے جی بھر کے دعائیں لے رہے ہیں موصوف اپنے فرائض انجام دینے کے بجائے بلدیہ کے کاموں اور سڑکوں کی صفائی پر توجہ دیتے ہیں صبح سے شام تک بلدیہ کے دفتر میں حاضری لگا کر اپنی عاقبت کی "صفائی" میں مصروف رہتے ہیں۔ مقامی صحافیوں سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے باتوں باتوں میں صحافیوں کو ناک آؤٹ کی دھمکیاں دیتے ہیں معلوم نہیں کیوں مقامی افسران بھی "رہی" بالشتے سے خائف ہیں۔ موجودہ ڈی سی بھی اس کے رحم و کرم پر نظر آتے ہیں شاید اس کا جیک کچھ زیادہ ہی زور دار ہے۔

یہ خواہ مخواہ کی بات ہے

سندھ نیشنل
اسٹوڈنٹس
فیڈریشن

سندھ اسٹوڈنٹس ایکشن کمیٹی کے رہنما اور سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن سندھ یونیورسٹی کے صدر سرفراز میمن نے ایک بیان میں کہا ہے کہ جام شورو کے ہنگامے کی اصل بنیاد نواب شاہ کا افسوسناک قومی سانحہ ہے اس لئے نواب شاہ کے سانحہ کی تحقیقات کرنے کے بجائے جام شورو کے ہنگامے کی تحقیقات کرنے والے ٹربیونل سے طلبہ برادری کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ طلبا برادری اس ٹربیونل میں کوئی بھروسہ نہیں رکھتی اس لئے وہ اُس کے سامنے حاضر ہونے سے قاصر ہیں۔

انہوں نے کہا کہ طلبہ برادری متعدد بار اخبارات و رسائل کے ذریعے نہایت ہی وضاحت سے اپنا موقف بیان کر چکی ہے کہ فوجی سپاہی کا قتل دراصل پولیس کی اندھا دھند فائرنگ کا ہی نتیجہ ہے کیونکہ طلبہ نہتے اور پُرامن تھے اور کسی کے پاس کسی بھی قسم کا کوئی ہتھیار نہیں تھا لیکن نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ متعدد طلبہ کو خواہ مخواہ فوجی سپاہی کے قتل میں ملوث کیا جا رہا ہے۔ بے شمار طلبہ کو سخت سزائیں دے کر جیلوں میں بند کیا گیا ہے، کئی طلبہ کو مسلسل تشدد کا نشانہ بنایا گیا، تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے ہیں اور گرفتاریوں کا سلسلہ جاری ہے جس کی وجہ سے طلبہ اور ان کے والدین سخت پریشان ہیں۔ ان حالات میں طلبہ کسی بھی ٹربیونل میں یقین نہیں رکھ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو کسی کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی انہوں نے کوئی جرم کیا ہے۔

آخر میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ ساغر سمیجو، عابد لاکھیر نجیب صدیقی، حیدر شاہ اور غازی صلاح الدین سمیت تمام گرفتار شدہ اور سزا یافتہ طلبہ کو رہا کیا جائے، نذیر عباسی اور مختار ڈاہری سمیت تمام طلبہ کے وارنٹ منسوخ کئے جائیں، تمام تعلیمی ادارے فوراً کھولے جائیں اور طلبہ کو دی ہوئی سزائیں منسوخ کی جائیں تاکہ تعلیمی ماحول پیدا ہو سکے۔

سندھ کی درس گاہوں میں تالے کب تک!!

اخبارات کو آزادی دی جائے، سندھیوں کی چھانٹی بند کی جائے

شبیر بیدار

۳۰ نومبر کو ٹھٹھری سیمنٹ ورکرز یونین کے آفس میں پاکستان ورکرز فیڈریشن کے چیئرمین مولا بخش کی صدارت میں سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن، سندھ ہاری کمیٹی اور پاکستان ورکرز فیڈریشن کے رہنماؤں کا ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے رہنما رحیم بخش بلوچ نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کا آغاز سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی رہنما حمیدہ گھانگھرو نے رابطہ کمیٹی کا تاریخی پس منظر کے بیان سے کیا۔ اس کے بعد شرکاء نے موجودہ سیاسی صورتِ حال پر اظہارِ خیال کیا۔ اجلاس کے شرکاء موجودہ سیاسی صورتِ حال کے پیش نظر اس بات پر متفق تھے کہ اس وقت ترقی پسند اور جمہوری قوتوں کا اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس لئے اجلاس میں متفقہ طور پر دوسری طلبہ کسان اور مزدور تنظیموں کو بھی رابطہ کمیٹی میں شامل کرنے کیلئے اُن سے گفت شنید کا فیصلہ کیا گیا۔

اجلاس میں سندھ ہاری کمیٹی کے آرگنائزنگ سیکریٹری غلام حسین شر، شاہ محمد دُرانی، غلام رسول سہتو، مانڈھل شر ہاری کمیٹی کے پریس سکریٹری خادم سومرو، سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے مرکزی سکریٹری جنرل صفت رند، زونل سکریٹری گھنشام پرکاش، لیاقت شر، حامد جتوئی، شبیر بیدار، رسول بخش اور ورکرز فیڈریشن کے قطب نے شرکت کی۔ بعد میں متفقہ طور پر عہدیدار اور ورکنگ کمیٹی چُنی گئی۔ صدر مولا بخش، نائب صدر مانڈھل شر، نائب دوم صدر بی ایس او کے لئے خالی جگہ رکھی گئی۔ سکریٹری جنرل گھنشام پرکاش، جوائنٹ سکریٹری لیاقت علی شر، پریس سکریٹری شبیر بیدار۔ آخر میں ملک کی سیاسی صورتِ حال اور مختلف مسائل پر مندرجہ ذیل قراردادیں پاس کی گئیں۔

۱۔ لاڑکانہ لیبر فیڈریشن کے مطالبات تسلیم کئے جائیں، ٹھٹھری سیمنٹ ورکرز یونین کے عہدیداروں کے خلاف مقدمات ختم کئے جائیں اور سانحۂ ملتان کے ذمہ دار افراد کو پھانسی دیجائے

۲۔ ایک فوجی کے قتل کے جھوٹے مقدمے میں ماخوذ طلبہ کے وارنٹ گرفتاری منسوخ کئے جائیں۔ شیریں سومرو کیس میں گرفتار شدگان کو رہا جاتے۔ خضدار فائرنگ پر احتجاج کرتے پر اور مالاکنڈ سازش کیس میں گرفتار ہونے والوں کو رہا کیا جائے۔

۳۔ نواب شاہ کی تحصیل سکرنڈ میں کسانوں کی بید خلیاں بند کی جائیں۔ پیر گوٹھ تحصیل خیرپور اور غلام حسین لنڈ کے کسانوں پر تشدد کے ذمہ دار وڈیروں اور پولیس افسروں کو سزا دی جائے۔ گدو بیراج میں مقامی کسانوں کو زمین دی جائے۔

۴۔ صحافیوں کی وفاقی اور نمائندہ تنظیموں پی ایف یو جے اور اپنک کے مطالبات تسلیم کئے جائیں اور سندھی رسائل و جرائد پر پابندی ختم کی جائے۔

۵۔ یکم مئی کے سلسلے میں گرفتار شدہ مزدوروں کو رہا کیا جائے۔

۶۔ کشمور، اوباڑو، میرپور ماتھیلو سمیت سارے تحصیل ہیڈ کوارٹرز میں کالج قائم کئے جائیں۔

۷۔ پاک سعودیہ فرٹیلائیزر، رانیپور شوگر مل اور ایاز گوٹھ شوگر مل اور دوسری فیکٹریوں میں مقامی لوگوں کو بھرتی کیا جائے۔

۸۔ کراچی ٹی وی پر ستر فیصد سندھی میں معیاری اور دلچسپ پروگرام پیش کیا جائے اور پروگرام "روشن تارا" کو دوبارہ شروع کیا جائے۔

۹۔ کوئٹہ کیمپ میں زیرِ تفتیش اشخاص پر کئے جانے والے تشدد کو بند کیا جائے۔

۱۰۔ تعلیمی اداروں سندھ یونیورسٹی، زرعی یونیورسٹی، مہران انجنیئرنگ یونیورسٹی اور لیاقت میڈیکل کالج پر مسلسل بندش ختم کی جائے اور بند تعلیمی اداروں کو کھول دیا جائے۔

۱۱۔ بعض تعلیمی اداروں خصوصاً پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلبہ کی غنڈہ گردی ختم کی جائے۔

۱۲۔ ملک کے مختلف اداروں سے سندھیوں کی چھانٹی ختم کی جائے۔ مرکزی اور صوبائی ملازمتوں میں انہیں کوٹے کے مطابق ملازمتیں دی جائیں۔

۱۳۔ کاشت کاروں کو کیڑے مار دوائیں اور بیج فراہم کرائے جائیں۔ قرضوں کی وصولی آسان قسطوں میں کیجائے دھان کے مناسب دام مقرر کئے جائیں۔

۱۴۔ تھرپارکر کی تحصیلوں مٹھی اور چھاچھرو میں خواتین کی بے حرمتی کے مرتکب افراد کو سخت سزائیں دی جائیں اور چادر اور چار دیواری کا تحفظ کیا جائے۔

۱۵۔ افغانستان کی عوامی حکومت کے خلاف سازش کرنے والے ملاؤں اور دیگر رجعت پسندوں کے خلاف اقدامات کئے جائیں۔ شاہ ایران کے خلاف حب الوطنی کی تحریک کی حمایت کی جائے۔

۱۶۔ کسانوں کے خلاف ملک بھر میں جاگیرداروں، مزاروں اور وڈیروں کی دہشت گردی کا محاسبہ کیا جائے۔ اور کسانوں کے قاتلوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔

کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ فلسطینیوں کے خلاف سازش ہے

عثمان یوسف زئی

لاہور میں منعقدہ ۲۷ نومبر کی پریس کانفرنس میں پاکستان پروگریسو اسٹوڈنٹس الائنس کے سیکرٹری جنرل جناب رازق بگٹی نے ۱۰ دسمبر کو "یوم اتحاد" منانے کی جو اپیل کی تھی پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے سامراج دشمنی کی اپنی شاندار روایات برقرار رکھتے ہوئے اس اپیل پر لبیک کہا اور ۱۰ دسمبر کو پشاور یونیورسٹی کی ایس ٹی سی ہال میں ایک جلسۂ عام منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ یکم دسمبر سے جلسے کی تیاریاں شروع کی گئیں۔

پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندوں نے اس عزم کے ساتھ کہ فلسطینی، ایرانی اور افغانی عوام اور طلبا کے ساتھ یکجہتی کا یہ دن بھرپور طریقے سے منایا جا سکے، پی ایس ایف (ولی خان گروپ) پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن اور دیگر ترقی پسند طلبا تنظیموں سے بھی بات کی لیکن بدقسمتی سے ان تمام تنظیموں کے نمائندوں نے ایران، فلسطین اور افغانستان کے واقعات کو وہاں کے اندرونی معاملات سمجھتے ہوئے اس میں شمولیت سے معذوری ظاہر کی۔ لیکن پی ایس ایف کے کارکنوں نے حوصلہ نہ ہارا اور جلسے کی تیاریوں میں مصروف رہے۔

امریکی سامراج اور اس کے حاشیہ برداروں نے ان کے خلاف اٹھنے والی آواز کو گوارا نہ کرتے ہوئے امریکی ڈالر پر پلنے والی اپنی پسندیدہ تنظیم اسلامی جمعیت طلبا کو پی ایس ایف کا پروگرام درہم برہم کرنے کی تاکید کی۔

جلسے سے ایک دن پہلے یعنی ۹ دسمبر کو سرکار کی سرپرستی میں چلنے والی جمعیت نے اپنے تین روزہ سیاسی پروگرام "یوم محرم" کے نام سے اسی ہال میں منعقد کرنے کا اعلان کیا جہاں پی ایس ایف کا جلسہ منعقد ہونا تھا۔ اور اسی روز صوبہ بھر سے آدمیوں کو اکٹھا کر کے ہال میں جمع کیا۔ لیکن پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی باشعور اور غیر متزلزل قیادت اس سرکاری سازش کو بھانپ گئی اور اپنے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ مشتعل ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو سرکار کو یہ موقع فراہم کرے کہ وہ اپنے پہلے سے بنائے ہوئے منصوبہ کے تحت ہمارے خلاف کارروائی کرے ۱۰ دسمبر کو صبح دس بجے ایس ٹی سی ہال کے سامنے پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے کارکنوں کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ عرب طلبا اتحاد کے بہت سے ساتھی جمع ہوئے اور ایک جلوس کی شکل میں پشاور یونیورسٹی کے سینٹ ہال چلے گئے، جہاں جلسے کے انتظامات صبح سویرے مکمل کر لئے گئے تھے۔ جلسے کی کارروائی ساڑھے دس بجے پی ایس ایف پشاور یونیورسٹی کے صدر احسان اللہ خاں کی صدارت میں شروع ہوئی اسٹیج سیکرٹری کے فرائض شعبہ پشتو کے جاوید یوسف نے انجام دیئے۔ پی ایس ایف اسلامیہ کالج کے صدر امجد نے تلاوتِ کلام پاک سے جلسے کا آغاز کیا۔ جلسے سے پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے محمد ریاض، آفتاب جمال، پرویز عالم بیر واجد اور جنرل یونین آف عرب اسٹوڈنٹس کے شیدا یوسف اور امجد نواز نے خطاب کیا۔ ایڈورڈز کالج کے ذوالفقار نے پشتو کے نامور انقلابی شاعر رحمت شاہ سائل کی نظم پڑھ کر سنائی۔

مقررین نے شہنشاہ ایران کے خلاف چلنے والی عوامی تحریک کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ آٹھ ماہ سے ایرانی عوام برسوں کے ظلم و استبداد کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور سرزمینِ ایران کو اپنے خون سے سینچ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی شہدا کے خون نے رنگ لانا شروع کر دیا ہے اور کل تک جنوبی ایشیا میں امریکی سامراج کے مفادات کی تحفظ کرنے والی شہنشاہیت کی دیواریں آج گرنی شروع ہو چکی ہیں۔ طالب علم راہنماؤں نے اپنے اس عزم کا اظہار کیا۔ کہ شہنشاہ کے فوجی ہیلی کاپٹر اور امریکی سامراج کا ایک سو سے زیادہ جنگی جہازوں پر مشتمل بحری بیڑا (جو بلوچستان کے ساحل پر کھڑا ہے) بھی شہنشاہیت کو اپنے ابدی انجام سے بچانے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اور انشاءاللہ بہت جلد افغانستان کے بعد ایران میں بھی شخصی آمریت کا دھڑن تختہ ہونے والا ہے مقررین نے فلسطینی عوام کی قومی آزادی کی تحریک کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین کی سرزمین فلسطینی عوام کی ہے اور اس پر رہائش کا حق صرف فلسطینیوں کو حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ویت نام کے غیور اور جیالے عوام سے بری طرح شکست کھانے کے بعد امریکی سامراج اب مشرق وسطیٰ میں اپنے پاؤں مضبوط کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے لیکن افغانستان کے کامیاب انقلاب اور ایران کے حالیہ واقعات سے اس کی آنکھیں کھلنی چاہئیں۔ وہ دن دور نہیں کہ ہندچینی کی طرح یہاں سے بھی دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوگا کیونکہ تاریخ کے دھارے کو روکا نہیں جا سکتا اور جو لوگ اسے روکنے کی کوشش کریں گے صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔

جلسے میں کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے کی مذمت کی گئی اور اسے فلسطینی عوام کے خلاف ایک سامراجی سازش قرار دیا گیا۔

انتخابات سے پہلے بلوچستان کا مسئلہ حل کیا جائے

لال محمد بلوچ

بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن خضدار زون کے ایکشن کمیٹی کے چیرمین جناب لعل محمد بلوچ نے ایک بیان میں بلوچستان انتظامیہ اور خصوصاً خضدار کے حکام بالا کی کارکردگی اور رویئے پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ صحیح اور مکمل انتظام نہ ہونے کی بناء پر لوگوں کو روزمرّہ کی ضروریات زندگی کی اشیا میسّر نہیں ہو رہی ہیں۔ چیزوں کی سخت قلت ہے ایک طرف چیزوں کا نہ ملنا، دوسری طرف چیزوں کی گرانی کی وجہ سے لوگ بہت پریشان ہیں۔ عوام کے بار بار مطالبے کے باوجود بھی انتظامیہ ان کی بدحالی کی طرف توجہ نہیں دے رہی ہے خضدار بی ایس او ایکشن کمیٹی کے چیرمین نے اپنے بیان میں شدید غم و غصے کا اظہار کیا ہے کہ حکومت نے ابھی تک بی ایس او کے مرکزی سینئر وائس چیرمین جناب محمد خان مینگل کو رہا کیوں نہیں کیا ہے حالانکہ حکومت اور اس کے چند اہلکاروں سے یہ وعدہ کر کے ۱۸ دن جاری رہنے والی ہڑتال کو ختم کرایا تھا کہ ہم بی ایس او کے مرکزی وائس چیرمین کو ایک ہفتہ کے اندر اندر رہا کر دیں گے اور اس کے ساتھ گرفتار ہونے والے خضدار زون کے نمبرے طلباء کو بھی یہی یقین دلایا گیا کہ آپ لوگوں کی رہائی کے بعد محمد خاں مینگل کو بھی جلد رہا کر دیں گے۔ حکومت اور اس کے اہلکاروں کے وعدوں اور یقین دہانیوں کو اب آٹھ مہینے ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی محمد خان مینگل بدستور جیل کی کالا کوٹھڑی میں صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ ہم حکومت کو تنبیہہ کرتے ہیں کہ طلباء کو خوامخواہ تنگ کر کے انہیں دوبارہ سڑکوں پر نکلنے کے لئے مجبور نہ کرے

بھٹو جذبات سے مغلوب ہوگئے اور بھرائی آواز میں کہا "قلندریت رکھجان" بقیہ صفحہ ۵ سے آگے

عرصے کے بعد لوگوں کو اپنے اردگرد دیکھ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ مجھے اس طرح قیدِ تنہائی میں رکھا گیا کہ میں روشنی اور سورج نہیں دیکھ سکا۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ جیل سے دو قیدی فرار ہوگئے تھے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔"

مسٹر بھٹو نے مزید کہا کہ "اس کے باوجود کہ مجھے ملک غلام مصطفےٰ کھر اور ایک غیر ملکی اخبار نویس نے کہا کہ یہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں اس لئے آپ ملک چھوڑ دیں لیکن میں نے ان کی بات نہیں مانی اس لئے کہ مجھے اس ملک سے پیار ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ میں غیر ملکی اخبار نویس کے منع کرنے کے باوجود اس لئے لاڑکانہ گیا کہ میں اسی سرزمین سے ہوں اور اسی سرزمین میں واپس جانا چاہتا ہوں، میں یہاں انصاف کے لئے آیا ہوں، میرے خلاف مقدمہ خود ساختہ ہے مجھے زندگی کی اس لئے پرواہ نہیں کہ موت ہر شخص کو آنی ہے مجھ پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ سانگھڑ، صادق آباد، سرحد میں قبائلی علاقے میں، بلوچستان میں بھی اور مجھ پر یہ کہہ کر ہینڈ گرنیڈ پھینکا گیا کہ "پنجابی بھٹو یہ لے" — میرے دوست خان قلات نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ وہ میری جان لے لیں گے اس لئے میں دورہ نہ کروں لیکن میں میوند اور مری گیا۔"

مسٹر بھٹو نے کہا کہ میں کوئی قومی مجرم نہیں ہوں۔ میں نے بھارت سے ۹۰ ہزار جنگی قیدی واپس لئے۔ صدر سادات آج بھی اپنے صحراؤں کے لئے بات چیت پر مجبور ہیں لیکن اس علاقے کو اپنا علاقہ کہتے ہیں اور جس علاقے کو ہندو بھارت ماتا کہتے ہیں وہ ہم نے ان سے واپس لیا۔" انہوں نے کہا کہ میں عدالت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، یقین دلاتا ہوں کہ کسی ادارے یا فرد کو اس لئے اسکینڈلائز نہیں کروں گا کہ میں نے ان اداروں کو تعمیر کیا ہے اور افراد کی مجھے پرواہ نہیں۔"

مسٹر بھٹو نے کہا کہ "میں ۱۹۷۳ء کے آئین کا خالق نہیں بننا چاہتا لیکن تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہاں چودھری محمد علی اور ایوب خاں سے منسوب آئین موجود رہے ہیں۔ اگر سماعت پر ذوالفقار علی خان بھٹو کا نام گراں گزرے تو اسے زیڈ اے بھٹو آئین کہا جا سکتا ہے۔ میں اداروں کی اتنی تعظیم کرتا ہوں کہ جب میں ملک کا پہلا منتخب صدر تھا اور حمود الرحمٰن کمیشن کے سربراہ اور آپ (مراد چیف جسٹس) ایوانِ صدر آنا چاہتے تھے تو میں نے اس سے منع کیا اور خود کمیشن کے روبرو حاضر ہوا۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ، بیگم بھٹو کی آئینی درخواست کی سماعت کے موقع پر میں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ انتخابات کے لئے وقت مقرر کر دیا جائے۔ عدالت نے آئین میں ترمیم کی جو محدود اجازت دی ہے، ایسے وسیع پیمانے پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ علاقائیت کے مسائل چھڑ جائیں گے، سیاسی جماعتیں ٹوٹ جائیں گی۔ قومی مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ آج فیڈریشن موجود نہیں ہے۔ وحدانی طرزِ حکومت ہے۔ فیڈریشن چلانا مشکل کام ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے تکلیف محسوس ہوتی ہے کہ چار قومیتوں کا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے، علاقائی عصبیت پھیل رہی ہے۔ اگر انتخابات کے لئے وقت مقرر کر دیا جاتا تو ایسا نہ ہوتا۔ اب سوال یہ زیرِ بحث ہوگا کہ منتخب اسمبلی بطور مقننہ کام کرے یا بطور آئین ساز اسمبلی۔

مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے کہا کہ ٹرائل کورٹ نے میری ذات کو تنقید کا نشانہ بنایا اور مجھے نام کا مسلمان، عادی جھوٹا قرار دیا، عدالت نے کس پیمانے سے یہ نتیجہ نکالا ہے اگر مسٹر جسٹس صفدر شاہ سے یہ کہا جائے کہ وہ پٹھان نہیں ہیں تو وہ برا مانیں گے۔ اگر کسی کے عقیدے پر حملہ کیا جائے کہ وہ مسلمان نہیں ہے تو کیا ہوگا۔ میں کسی کی توہین نہیں کرتا اور نہیں چاہتا کہ کوئی میری توہین کرے۔ میں نے آکسفورڈ میں پڑھا ہے۔ تین سالہ کورس کو دو سال میں مکمل کرنے کے قابل ہو کر جب میں آکسفورڈ گیا تو پروفیسر نے کہا کہ آپ لاطینی نہیں جانتے اس لئے تین سال میں کورس مکمل کریں جب میں مان گیا تو پروفیسر نے کہا کہ برطانیہ کے اعلیٰ دماغ کے لڑکے بھی یہ کورس دو سال میں مکمل نہیں کر پاتے، میں نے یہ قانون کا کورس دو سال میں کرنے کا ارادہ یہ کہتے ہوئے ظاہر کیا کہ میں برطانیہ کے طالبعلموں سے بہتر نہیں تو کمتر بھی نہیں اور میں نے یہ امتحان دو سال میں امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔

انہوں نے مزید کہا کہ "مجھ پر الزام لگایا گیا ہے کہ میں لوگوں میں مقبول نہیں ہوں اگر میں مقبول نہ ہوتا تو ۱۹۷۰ء کے انتخابات کیسے جیتتا۔ تاریخ میں کسی دائیں بازو کے فرد نے دائیں بازو کا کہلانا پسند نہیں کیا۔ ہٹلر جو دائیں بازو کا تھا خود کو نیشنلسٹ کہلانا پسند کرتا تھا لیکن یہ ایک عام بات ہے کہ ہر حکمران کو ظالم اور ہٹلر کہا جاتا ہے۔ استغاثہ قتل کے بارے میں معاہدہ ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اس نے دباؤ کی بات کی ہے۔ معاہدہ نہ ہو تو دباؤ کہاں آئے گا"۔ "میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا گیا ہے میں ٹرائل کورٹ میں" مائی لارڈ" "یور لارڈ" کہہ کر مخاطب ہوتا رہا اور فیصلے میں مجھے جھوٹا، نام کا مسلمان قرار دیا گیا۔ عدالت نے مجھے بار بار کہا کہ مجھے بولنے کا موقع دیا جائے گا لیکن اس وعدے کے باوجود ایک اسٹینو گرافر مہیا کر دیا گیا اور بولنے کا موقع نہیں دیا گیا میری اس طرح توہین کی گئی کہ غالباً پہلی بار عدالت میں کٹہرہ بنایا گیا۔ نواب کالاباغ کے بیٹے کا ٹرائل بھی ہوا۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے نیورگ میرگ کے مقدمے کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ جرنیلوں پر بھی مقدمہ چلایا گیا تھا۔ وہ چنگیز خان سے بدتر تھے۔ اور ان پر فاتح افواج مقدمہ چلا رہی ہیں لیکن اسکے باوجود ان کے لئے کٹہرا نہیں بنایا گیا تھا۔ اس کی تصاویر دیکھی جا سکتی ہیں۔ انہیں باعزت سمجھا گیا تھا۔ جرمن باعزت قوم ہے۔ آپ ساری صورتحال کا جائزہ لیں تو سینٹرل یورپ ایک بار پھر تیسری عالمی جنگ کی کنجی بن رہا ہے۔

عدالت عالیہ کو مخاطب کرتے ہوئے مسٹر بھٹو نے کہا کہ "مجھے آپ پر اعتماد ہے اور میں آپ کے ہاتھوں میں ہوں۔ میں نے اپنے دلائل کا خاکہ پیش کر دیا ہے۔ میں اس سلسلے میں تیاری اس لئے نہیں کر سکا کہ میری کوٹھری سات گز کی ہے اور میں اپنے وکلاء صرف روزمرہ کے مقدمے پر ہی بات کرتا ہوں کہ وقت ختم ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ میں آپ کو بتاؤں کہ میں کتنا وقت لوں گا آپ بتائیے کہ آپ مجھے کتنی دیر دیں گے۔ میں موجودہ حالات، اس علاقے اور عالمی صورتِ حال پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے۔ میں نے ایک سال پہلے کوٹ لکھپت (کیمپ جیل) میں کہا تھا کہ بھارتی وزیرِ خارجہ پاکستان کے خلاف سخت بیان دیں گے۔ صدر سادات کے یروشلم (بیت المقدس) جانے کے وقت میں نے کہا تھا کہ وہ امن کی بات چیت کریں گے۔ دنیا میں طاقت کا توازن تبدیل ہو چکا ہے۔ برصغیر کی صورتِ حال مخدوش ہے۔ میں ساری صورتِ حال پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

اس مرحلے پر چیف جسٹس نے کہا کہ یقیناً یہ ملک کے لئے بہتر ہوگا کہ آپ جیسے شخص کو امورِ خارجہ پر سنا جائے۔ ہمیں خوشی ہوتی لیکن اس صورتِ حال میں بہتر نہیں ہے۔

مسٹر بھٹو نے کہا "میں آپ کی بات تسلیم کرتا ہوں"۔

عدالت نے کہا "آپ اپنے دفاع کے لئے جتنا وقت لینا چاہیں لے لیں"۔

مسٹر بھٹو نے کہا "میں ایک طویل عرصے کے بعد پہلے بار باہر آیا ہوں۔ مجھے صورتِ حال کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔

چیف جسٹس نے کہا "آپ صبح جلد اٹھنے کے عادی ہیں

کل صبح ۹ بجے عدالت لگے گی۔"

مسٹر بھٹو نے جواب دیا" اگر مجھے سونے دیا جائے تو ــــ مجھے سونے نہیں دیا جاتا میری کوٹھری پر پتھر پھینکے جاتے ہیں۔ رمضان سے پہلے میں سمجھتا تھا کہ شاید میں نیند میں اٹھ گیا ہوں لیکن رمضان میں میری عادت ہے کہ سحری سے پہلے نہیں سوتا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ ہر پندرہ منٹ کے بعد پتھر پھینکے جاتے ہیں۔ یہ کوئی بہادری نہیں۔ وہ خود کو اتنا نیچا نہ کریں۔ صرف پچھلی رات مجھے تنگ نہیں کیا گیا تاکہ میں آپ کے سامنے معقول حالت میں پیش ہو سکوں ورنہ اس تمام عرصے میں میرے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے وہ اگر کسی اور شخص کے ساتھ ہوتا تو وہ کبھی کا ٹوٹ پھوٹ گیا ہوتا۔"

فیصلہ ہوا کہ مزید سماعت کل ہو گی۔

مسٹر بھٹو نے ۱۱ بج کر ۳۵ منٹ پر بولنا شروع کیا اور ۱۲ بج کر ۴۰ منٹ تک یعنی ۶۵ منٹ تک بولتے رہے۔

مسٹر بھٹو کو دوسرے اپیل کنندگان سے الگ اور سب سے آخر میں قیدیوں کی ایک وین میں لے جایا گیا۔

بقیہ :- پرانی سیاست گری

پروفیسر غفور احمد صاحب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایران کے سیاسی راہنماؤں کو ایک عدد پیغام بھیج دیا تھا کچھ اور وزیر صاحبان نے دو ہاتھ آگے بڑھ کر ہندستان کے وزیر خارجہ مسٹر باجپئی کے دھمکی آمیز بیان پر جوابی بیانات جاری کئے ہیں اور اب جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر جناب شاہ احمد نورانی نے ملک کے اندرونی مسائل کو چھوڑ کر جو اب تک اُن کیلئے بڑے اہم تھے اب اچانک ہندستان کے مسئلہ پر کل جماعتی کانفرنس طلب کرنے کی تجویز رکھ دی ہے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہ تجویز اُن کی جماعت نے جناب نورانی صاحب سے وزیر داخلہ مسٹر محمود ہارون کی ملاقات کے بعد پیش کی یا اُس سے پہلے۔ کیونکہ اب سیاسی حلقوں میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں کہ محمود ہارون صاحب کے توسط شاہ صاحب کو جنرل ضیاء الحق صاحب کا ایک پیغام ملا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ قومی اتحاد میں واپس چلے آئیں تو اُنہیں کچھ نہیں کہا جائے گا بلکہ اُن کی جماعت کے دو تین افراد کو مرکزی حکومت میں بطور وزیر شامل کر لیا جائے گا اور صوبائی حکومتوں میں بھی نمائندگی دی جائے گی۔ نیز شاہ صاحب کا یہ مطالبہ تو پورا ہی کیا جا رہا ہے کہ نظامِ مصطفےٰ کو فی الفور نافذ کر دیا جائے۔ سو ۱۲ ربیع الاول کو نافذ کر لیا جائے گا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شاہ صاحب نے اس کے جواب میں کیا کہا لیکن جماعت اسلامی کے حلقوں کا یہ کہنا ہے کہ شاہ صاحب کو رضامند کر لیا گیا ہے ممکن ہے کہ یہ بات غلط ہو، اور جماعت اسلامی والوں کی جانب سے اس نوع کی اتہام تراشیوں پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ تاہم جماعت اسلامی والوں کا کہنا ہے کہ شاہ صاحب کو قومی اتحاد میں واپس جانے یا موثر طور پر موجودہ مارشل لاء حکومت سے تعاون کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ یا سبیل تلاش کرنی ہو گی اور ہندستان کے "خطرہ" سے زیادہ کوئی اور چیز عوام کی توجہ ملک کے اہم اندرونی مسائل بالخصوص غیر منتخب حکومت کی بدعنوانی اور بے اصولی سیاست سے ہٹانے کے لئے کارگر نہیں ہو سکتی۔ ہندستان کے خطرہ اور پاکستان کی بقا کے نعرہ کے تحت موجودہ حکومت کی جانب شاہ صاحب کی پارٹی کے موجودہ مخالفانہ موقف میں بہ آسانی لچک پیدا کی جا سکتی ہے

آجکل یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ آیا اس وقت ایک ہی حکومت برسر اقتدار ہے یا ایک حکومت کے اندر ایک اور ذیلی لیکن زیادہ موثر حکومت کام کر رہی ہے یعنی جماعت اسلامی کی حکومت۔ معلوم نہیں یہ بات کس حد تک ٹھیک ہے۔ لیکن کچھ باخبر مبصرین کا کہنا ہے کہ جنرل ضیاء بہ یک وقت ان دونوں حکومتوں کے سربراہ ہیں، لیکن اُن کی جماعت والوں سے زیادہ یاد اللہ ہے۔ اس لئے مبصرین یہ تاثر لیتے ہیں کہ ہر میدان میں خواہ وہ سیاست کا ہو، یا معیشت یا امورِ خارجہ کا، دوعملی چل رہی ہے ـــ کچھ یہ بات بھی ہے کہ ایک غیر یقینی صورتِ حال کا سامنا ہے جس میں صبح ایک رویہ ہوتا ہے اور شام کو قدرے اس سے مختلف۔ یعنی ویسے تو حکومت احتساب، نظام اسلام کے نفاذ اور اس کے بعد اگر حالات اجازت دیں تو نتائج مثبت نکلنے کے امکانات روشن ہوں تو الیکشن کے انعقاد کا ترجیحی پروگرام کم ازکم کاغذ کی حد تک موجود ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، لیکن ملک کا کاروبار چلانے میں جن میں امور خارجہ بھی شامل ہیں اور تفصیلات کے تعین میں ایک غیر یقینی صورتِ حال پائی جاتی ہے گویا کہ موجودہ حکومت ان معاملات میں صبح کو ڈاکٹر جیکل ہوتی ہے تو شام کو مسٹر ہائیڈ بن جاتی ہے۔ کچھ دن پہلے یہ خیال تھا کہ حکومت نے سنٹو کو طلاق دینے کا فیصلہ کر لیا ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ اگرچہ اس سے روس کو خوش کیا جا سکتا ہے لیکن امریکہ اور چین کے لئے یہ اقدام کچھ حوصلہ افزا ثابت نہیں ہو گا پھر اس کے ساتھ اس کا غم بھی لگا رہتا ہے کہ ملک کی معیشت روز بروز بہتر ہو رہی ہے، امریکہ نے عملاً تمام امداد بند رکھی ہے، جس ساٹھ ملین ڈالر کی غیر منصوبہ جاتی امداد کا اس نے وعدہ کیا تھا وہ بھی ابھی تک پائپ لائین میں نہیں پہونچی ہے، بلکہ اُس کے ملنے کا بھی زیادہ امکان نہیں ہے، لے دے کے کچھ رقم سعودی عرب سے ملتی رہتی ہے۔ لیکن وہ ملکی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اِدھر اندرونِ ملک افراطِ زر میں پھر اضافہ ہو رہا ہے، سیمنٹ کم یاب ہے اُس کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ روزمرّہ کی اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ شیڈولڈ بنکوں میں ڈیپازٹس کم ہو گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگ پیسہ بینکوں سے نکال رہے ہیں۔ اور ان سے سونا خرید رہے ہیں یا زمینی جائیداد جس کی قیمت کم ہونے کا امکان نہیں ہے ملک میں صنعتوں میں سرمایہ کاری کا سلسلہ تقریباً بند ہے اور اس کے باوجود جناب محمود اعظم فاروقی صاحب لندن میں فرماتے ہیں کہ اقتصادی میدان میں بڑی پیش رفت ہوئی ہے۔ یقیناً "پیش رفت ہوئی ہے لیکن خوشحالی کی طرف نہیں بلکہ ابتری کی طرف گرم بازاری کی طرف نہیں بلکہ کساد بازاری کی جانب ـــ آخر یہ بیس ٹن گندم کی درآمد روئی کی پیداوار میں کمی۔ برآمدات میں تخفیف کیا اقتصادی ترقی میں پیش رفت کا ثبوت ہیں

کہا جاتا ہے کہ عالمی تعلقات کے میدان میں اس وقت چین کو چھوڑ کر کوئی اور ملک پاکستان کا مخلص دوست نہیں ہے۔ اور اس دوستی کی بھی حدود ہیں ظاہر ہے کہ چین اپنے قومی مفادات کو داؤ پر لگا کر پاکستان سے دوستی نہیں کر سکتا۔ ہمارے ملک کے جو معروضی حالات ہیں ان کے پیش نظر ہمارا حکمران طبقہ آزادانہ طور پر اپنی خارجہ پالیسی مرتب نہیں کر سکتا۔ ہم صرف اپنے کو کسی حد تک ایڈجسٹ ADJUST کر سکتے ہیں۔ سو کر رہے ہیں انقلابِ افغانستان، روس افغان معاہدے اور ایران کے واقعات نے ہمیں ایک گومگو کی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے اب ہمارا فیصلہ اس پر منحصر ہے کہ ایران کا اونٹ کس کل بیٹھتا ہے لیکن جس کل بیٹھے گا اس کی ایک شکل واضح ہے کہ اب شاہِ ایران آریہ مہر کا اقتدار باقی نہیں رہے گا۔ رہ گئی ہمارے دائیں بازو والوں یعنی قومی اتحاد والوں کی یہ خوش فہمی کہ ایرانی عوام کی قیادت مذہبی رہنما کر رہے ہیں اس لئے وہاں بھی ویسا ہی نظامِ اسلام نافذ ہو رہا ہے جیسا کہ پاکستان میں نافذ کیا جا رہا ہے تو یہ خوش فہمی ہی رہے گی کیونکہ علامہ خمینی فرما چکے ہیں کہ یہ نظام اسلام پاکستان اور سعودی عرب چھاپ کا نہیں ہو گا۔ دوسرے ایران میں اسلامی قدروں کا نفاذ ملک کی خود مختاری اور جمہوری اصولوں کی بنیاد پر

ہوتا ہے جس میں امریکی سامراج کے اقتصادی فوجی اور ثقافتی غلبہ کے خاتمہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے کیا پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کے منصوبے میں یہ منصوبہ بھی شامل ہے کہ ہم اپنی معیشت، سیاست، دفاع اور ثقافت کو امریکی سامراج کی غلامی سے آزاد کریں گے یہ کیونکر ممکن ہے آخر جس کا کھائیں گے اسی کا گائیں گے بلکہ ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر امریکہ کا نہ بھی کھائیں تب بھی اس کے گیت گائیں گے کیونکہ عادت پڑ چکی ہے اور بھیک اور امداد کے بغیر ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان نہیں چل سکتا۔ آخر یہ [illegible] صاحب کتنے قرضے کہاں سے واپس کریں گے اور امریکی [illegible] کے بغیر انتخابات کرائے بغیر اپنے اقتدار کو کیسے باقی رکھ سکیں گے۔ موجودہ حکومت کی بدحواسیوں کا یہ عالم ہے کہ وہ [illegible] طور پر گفتگو کرنا بھی بھول چکی ہے۔ فرماتے ہیں مسٹر محمود اعظم فاروقی اپنے ایک انٹرویو میں جو جنگ میں شائع ہوا ہے کہ آخر مارشل لاء حکومت کی حمایت کرنا اور اس کے زیر سایہ اقتدار میں شامل ہو جانا کون سی معیوب بات ہے۔ آخر بھٹو صاحب بھی تو مارشل لاء کے سہارے برسر اقتدار آئے تھے۔ اول تو ایک غلطی دوسری غلطی کا جواز نہیں بن سکتی خوب منطق ہے دوسرے فاروقی صاحب یہ بھول گئے کہ مسٹر بھٹو کی پیپلز پارٹی ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں اکثریتی جماعت منتخب ہو کر آئی تھی جبکہ جماعت اسلامی کے مشکل سے پوری پارلیمنٹ میں تین رکن منتخب ہوئے تھے۔ انتخاب جیتی ہوئی پارٹی تو حکومت کی حقدار ہوتی ہی ہے اس میں مارشل لاء یا غیر مارشل لاء کا کیا سوال ہے البتہ جمہوریت کا یہ اصول نہیں کہ اقلیتی پارٹیاں فوج کے سہارے برسر اقتدار آ جائیں اور پھر ڈھٹائی سے اسے جائز قرار بھی دیں اور خود کو عوام کا نمائندہ بھی گردانیں۔ ایک طرف یہ کہیں کہ ملک کا دستور موجود ہے اور اس میں رد و بدل نہیں ہو سکتا لیکن دوسری طرف یکطرفہ طور پر اس میں ایسی دوررس تبدیلی کر دیں جیسے کہ جداگانہ انتخابات کے طریقہ کی ترویج ہے۔ پھر اسلام اور ملک کے نام پر منتخب مقننہ کے بغیر قانون سازی کا کام بھی شروع کر دیں۔ یہ کام تو ہر طالع آزما کر سکتا ہے اور طالع آزماؤں کے لئے ہمیشہ ملک اور قوم کے بنیادی مفادات کی دہائی دی جاتی ہے۔ جناب فاروقی نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ وہ اخباری کارکنوں کے لئے اجرت بورڈ قائم کر رہے ہیں اور ساتھ ہی یکطرفہ طور پر بورڈ کے اندر مالکان اور ورکرز کے نمائندوں کی تعداد پانچ پانچ سے گھٹا کر تین تین کر دی ہے سنا ہے کہ انہوں نے مالکوں کے نمائندے بھی خود نامزد کر دیئے ہیں اور ورکرز کے نمائندے بھی۔ ورکرز کے نمائندے چار کے ٹولے میں سے تین ہوں گے۔ جس طرح وہ خود چور دروازے سے حکومت میں داخل ہوئے ہیں اور غیر منتخب وزیر بنے ہیں ویسے ہی وہ اجرت بورڈ میں بھی نمائندے نامزد کریں گے۔ بہرحال انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ اخباری کارکنوں کی برادری کے مسترد کردہ افراد کن کی نمائندگی کرتے ہیں، یعنی برادری کی نمائندگی تو نہیں کرتے اپنی ذات اور وزارت اطلاعات کی نمائندگی ضرور کرتے ہیں لہٰذا اس مرتبہ یہ اجرت بورڈ دو فریقی نہیں بلکہ یک فریقی ہوگا اور مارشل لاء برانڈ ہوگا یہی جماعت اسلامی کا فیصلہ ہے اور یہی حکومت کا بھی۔ بہرحال اس نوعیت کے غیر نمائندہ اجرت بورڈ کا جو حشر ہوگا اور یہ جس قسم کا ایوارڈ دے گا اس کے بارے میں کوئی صحافی یا اخباری کارکن کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہے۔ یہ وہی کچھ کرے گا جو ایسا بندر کرتا ہے جس کے ہاتھ میں استرا دے دیا جائے۔ لیکن یہ بات واضح ہے کہ ملک بھر کے اخباری کارکن اس نوع کا جعلی اجرت بورڈ تسلیم نہیں کریں گے۔

ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جناب محمود اعظم فاروقی صاحب حکومت کے کاروبار کو اپنی ذاتی املاک کا کاروبار تصور نہ کریں۔ صحافیوں کی نمائندگی کون کرتا ہے اور کس کو ملک بھر کے صحافیوں اور اخباری کارکنوں کا اعتماد حاصل ہے۔ اس کا کچھ اندازہ کرنا ہو تو کراچی پریس کلب کے حالیہ انتخابات کے نتائج کا تجزیہ کر لیجئے اور اس حقیقت کا بھی کہ کے یو جے کے جو اصلی انتخابات اب کرائے جانے والے تھے ان میں کے یو جے کے کتنے اصل ارکان نے اپنے چندے لطف الرحمٰن کی کے یو جے میں جمع کرائے اور کتنے لوگ جعلی کے یو جے کے ساتھ ہیں، خود مارننگ نیوز کی رپورٹ منگوا لیجئے یا ڈان کی رپورٹ لے لیجئے اور نہیں تو سرکاری خبر رساں ایجنسی اے پی پی کے صحافیوں کی رائے لے لیجئے! اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ اپینک کی تقریباً ۵۴ تنظیموں میں سے کتنی تنظیموں کی نمائندگی رشید چودھری اور نسیم الحق عثمانی جیسے جعلی افراد کرتے ہیں لیکن عقل و شعور کی بات تو آپ کے دائرہ فہم سے خارج ہے۔ اس لئے وہی کیجئے جو آپ کے مقدر میں لکھا ہے اور آپ وہی کریں گے بھی۔ اس لئے یہی دعا کی جا سکتی ہے اللہ آپ کو نیک ہدایت دے لیکن ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ وزیر اطلاعات خارجہ امور پر بیانات دینے سے گریز کرے۔ ہمارے ایک دوست کی تجویز ہے کہ موجودہ حکومت کے وزیروں کی تربیت کے لئے دو تین ریفریشر کورس منعقد کئے جائیں تو شاید وزارت کی کچھ شُد بُد پیدا ہو جائے۔

بقیہ :- شپ یارڈ

پیداوار میں کمی ہو رہی ہے بے روزگاری بڑھ رہی ہے افراطِ زر سے اشیائے ضرورت کی گرانی اور محنت کشوں کی قلیل اجرت ان کی پسماندگی اور مزید پسماندگی کا باعث بن رہی ہے محنت کش اپنے ٹریڈ یونین اور جمہوری حقوق سے محروم ہیں سال کے شروع میں ملتان کالونی ٹیکسٹائل ملز کے محنت کش اپنے حقوق مانگنے کے صلے میں سرمایہ داروں اور موجودہ حکومت کے ظلم و تشدد کا نشانہ بن چکے ہیں جہاں ان کے درجنوں مزدور بھائیوں کو شہید کر دیا گیا بھائیوں کی جدوجہد کو پابند سلاسل کر دیا گیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ کہیں سے بھی اور کسی شکل میں بھی محنت کش اپنے معاشی ٹریڈ یونین اور جمہوری حقوق کی مانگ نہ کر سکیں اور کہیں سے ایسی آواز اٹھے تو اسے سختی سے دبا دیا جائے اور محنت کشوں پر مزید پابندیوں کے پہرے بٹھا دیئے جائیں شپ یارڈ کے محنت کشوں نے ان مشکل حالات میں ایک چٹان کی طرح متحد ہو کر اپنے حقوق کے لئے کامیاب جدوجہد کی ہے اس سے ملک بھر کے مزدور طبقے میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے ان میں ایک نئی توانائی اور قوت آئی ہے ملک بھر کے محنت کشوں طالب علموں اور دانشوروں نے اس جدوجہد کی بھرپور حمایت کی اور یکجہتی کا اظہار کیا۔ انہوں نے یہ سبق حاصل کیا کہ اگر محنت کش ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جائیں اور اپنی سچی تنظیم اور ترقی پسند لیڈر شپ کی قیادت میں نہ صرف ہر قسم کے ظلم و تشدد کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ملک میں قائم ۳۱ سالہ فرسودہ جاگیرداری سرمایہ داری نظام اور سامراجی اثرات کا خاتمہ کر کے اپنا قائم کر سکتے ہیں۔ ۹ دسمبر کی صبح کو شپ یارڈ میں سات ہزار مزدوروں کی جنرل باڈی کو پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن ملحقہ ورلڈ فیڈریشن آف ٹریڈ یونین کی صدر محترمہ کنیز فاطمہ اور نبی بخش ماما جنرل سیکرٹری نے مزدوروں سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا کہ مزدوروں کی اپنے حقوق حاصل کرنے کی جدوجہد ملک بھر کے محنت کشوں کے لیے مشعل راہ ہوگی اب ملک بھر کے محنت کشوں کو اپنے حقوق کی جدوجہد کی خاطر ایک مضبوط چٹان کی طرح متحد ہونا ہوگا۔

31
THURSDAY
اندرونی و بیرونی
مسلم لیگ
مہنگائی
اپوزیشن
انتخابات
شربت
گاؤ زبان
عنبری
MINISTER
MANAGER
وقفہ
برائے
نماز ، لنچ اور
قیلولہ

ایران کو تمام جارحانہ
فوجی معاہدوں سے
الگ ہو جانا چاہیئے
انٹرویو صفحہ ۱۵